

ریاضِ سخن

(The Garden of Verse)

ڈاکٹر آصف ریاض قدیر

ریاضِ سخن

(The Garden of Verse)

ڈاکٹر آصف ریاض قدیر، دیار غیر میں مستقلاً جائے والے اُن چند پاکستانیوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے ہم وطنوں سے دُور رہ کر بھی حصولِ رزق کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ ادب اور ادیبوں سے تعلق کو نہ صرف تازہ رکھا بلکہ شاعری اور نثر دونوں میدانوں میں مسلسل کام کیا۔ اسی قلمی تسلسل کے نتیجے میں، مختلف ادبی موضوعات پر مبنی اُن کی مرتب کردہ چھ کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ اُن کی تازہ کتاب ”ریاضِ سخن“ اُن کا اولین شعری مجموعہ ہے جس میں قوم و ملک اور خاکِ وطن سے اُن کی شدید عقیدت کا جذبہ قابلِ توجہ اور لائق ستائش ہے۔ سخنِ تغزل کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی نظموں میں انسانی اقدار، انسانیت سے پیار، قومی وقار اور تعلیم کی اہمیت کا جس عزم اور انداز کے ساتھ اظہار کیا ہے، وہی دراصل ان کا پیغام ہے۔

بچپن سے وادیِ لوح و قلم کی سیاحتی کرنے والے ڈاکٹر آصف ریاض قدیر، سخنِ کارِ ریاض کرتے کرتے اب ”ریاضِ سخن“ کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اہل نقد و نظر اُن کے اس مجموعہ کلام کو پذیرائی بخشیں گے۔

(عطاء الحق قاسمی)

چیئرمین

پاکستان ٹیلی وژن







ہمیں سے مہکا ہے آصفؔ میاں ریاضِ سخن
دیارِ غیر میں ہم یہ زباں سمجھتے ہیں

O Asaf! You have made the garden of verse fragrant
In a foreign land, with Urdu, you remained conversant

ریاضِ سخن

(The Garden of Verse)

ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر

“Riaz-e-Sukhan”

(The Garden of Verse)

Written by

Dr. Asaf Riyaz-i- Qadeer

Houston-Texas - United States of America

ISBN: 978-969-37-0676-5

جملہ حقوق محفوظ

(All Rights Reserved)

ریاض سخن	:	نام کتاب
ڈاکٹر آصف ریاض قدیر	:	شاعر
ڈاکٹر صفدر علی شاہ	:	انگریزی ترجمہ
فروری 2017ء	:	سال اشاعت
1000	:	تعداد
روداد، اسلام آباد	:	ناشر
منزل پرنٹرز، اسلام آباد	:	مطبع
300/- روپے (20 ڈالر)	:	قیمت

انتساب

والد محترم
پروفیسر ڈاکٹر ریاض قدیر

والدہ محترمہ
پروفیسر بیگم انور ریاض قدیر

میری شریک حیات
بیگم ڈاکٹر تحسین حمید قدیر

اور
میرے گلشن خانہ کے مہکتے پھول

ڈاکٹر عماد آصف قدیر

ڈاکٹر علی آصف قدیر

اور
ان کی بیگم ردا علی قدیر

ملاقات



ڈاکٹر آصف ریاض قدیر : نام

ڈاکٹر ریاض قدیر : والد کا نام

15 فروری 1945ء، امرتسر (انڈیا) : پیدائش

☆ ایف ایس سی، گورنمنٹ کالج لاہور، 1964 : تعلیم

☆ بی ایس سی انگریزی، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1966

☆ ایم بی بی ایس، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور، 1969

☆ ایم سی پی ایس سرجری۔ پاکستان۔ 1973ء

مصروفیات:

- ◆ President and Managing General Partner
Doctor's Hospital, Tidwell Houston-Texas.
- ◆ Chief of Staff Triumph Hospital North Houston-Texas.
- ◆ Fellow Cardiovascular Surgery Baylor College of Medicine Houston - Texas.
- ◆ Senior Registrar cardiovascular and Cardic Surgery, Ward MAYO Hospital, Lahore.
- ◆ Senior Register General surgery South Surgical Ward Mayo Hospital Lahore.
- ◆ Medical Director and President Q Family Care Houston Texas.
- ◆ Clinical Assistant Professor Family and Community Medicine Baylor College of Medicine Houston Texas.
- ◆ Fellow American Professional Wound care Association.

- ◆ Diplomat American Board of forensic Medicine.
- ◆ Diplomat American Board of Quality Assurance and Utilization review.
- ◆ Diplomat American Board of Physician Specialist in Emergency Medicine.
- ◆ Diplomat American Board of Physician Specialities in Hospital Medicine.
- ◆ Diplomat American Board of Physician Specialist in Family Medicine.
- ◆ Diplomat American College of International Physicians.
- ◆ Consultant Physician Methodist Hospital Willow Brook Houston Texas.
- ◆ Consultant Physician Houston North West Medical Center Houston Texas.
- ◆ President American Academy of Physician Specialities in Family Medicine.
- ◆ Chairman American Board of Physician Specialist in Hospital Medicine.

- ◆ Physician of the Year, American Academy of Physician, Specialities in family medicine Texas - 2005.
- ◆ Ronald Reagon Gold Medal, 2005.
- ◆ Member Board of Trustee Shahzad Roy Zindgi Trust, USA.
- ◆ Chairman Punjab University Alumni Association America.
- ◆ President Islamic Medical Association Houston Texas.
- ◆ Secretary General Association of Pakistani Physicians of North America (APPNA).
- ◆ President Association of Pakistani Physician South Texas Chapter (APPNA).
- ◆ Chairman Board of Trustee Association of Pakistani Physician South Texas Chapter.

اعزازات:

موجودہ پتہ

Asaf Riyaz Qadeer, MD
 8660 Memorial Drive
 Houston Texas 77024 USA
 Email: drasaf@aol.com

وطن کی خاک کو ہم کہکشاں سمجھتے ہیں
زمینِ پاک تجھے آسماں سمجھتے ہیں

فہرست

15	ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر	میں اور میری شاعری	◇
17	ڈاکٹر انعام الحق جاوید	ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر اور ریاضِ سخن	◇
20	(حمد)	خود کو بالائین رکھتا ہوں	○
21	(In Praise of Allah)	I find myself on the top of the squad	
24	(نعت)	ورد، صلِ علیٰ کاراتوں میں	○
25	(In praise of the Prophet (PBUH))	Remembrance of the Prophet at night	
28	(نظم)	ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں	○
29		Such Mothers are Called Bowser	
35	(گیت)	’اپنا‘ کا ترانہ	○
38	(نظم: ملالہ یوسف زئی)	وہ ادنیٰ تھی اب اعلیٰ بن گئی ہے	○
39	(Malala Yousufzai)	From a pebble she's become a gemstone	
44	(نظم: ملالہ یوسف زئی کے لیے)	اک طرف جہل کے اندھیرے ہیں	○
45	(For Malala Yousufzai)	On one side are the shadows of ignorance	
48	(نظم: بیٹی سوات کی)	علم کی وہ قافلہ سالار ہے	○
49	(The Daughter of Swat)	The caravan of Knowledge she leads	

- 54 (غزل) ہر تعلق اگرچہ ذاتی ہے ○
- 55 (Ghazal) Though every contact is personal
- 60 (دوہے) سونا چاندی چوری ہو تو محنت سے مل جائے ○
- 61 (Couplets) Gold and silver can be regained with labor
- 66 (غزل) بادل گھر گھر آیا ہے ○
- 67 (Ghazal) There is a cloud formation
- 72 (غزل) اقتصادی اصول اپنی جگہ ○
- 74 (ایک شعر) ایک اصول ہو گا دس گا دس ○
- 75 (غزل) وطن کی خاک کو ہم کہنشاں سمجھتے ہیں ○
- 78 (نظم: یادیں) کتابیں اور سونے کے پھول، یادیں ○
- 79 (Memories) Books, dried flowers and memories
- 82 (نظم) کراچی کا نوحہ ○
- 84 (نظم) سوچ کا سفر (K.E) ○
- 88 (غزل) اس محبت میں یہ بھی تماشا رہا ○
- 89 (Ghazal) Love has many a splendid emotion
- 94 (غزل) راز رہتا ہے ہر کسی کا بھید ○
- 96 (غزل) دل نہ جب تک جلاؤ گے اپنا ○
- 97 (Ghazal) If you can't ignite the inner flame

- 100 (غزل) انتظار اپنے پہلو بدلتا رہا ○
- 101 (Ghazal) The dreadful wait lingered in agony ○
- 106 (غزل) صلیب و دار سے رشتے بنا کے رکھتے ہیں ○
- 108 (غزل) شجر پر سانپ بیٹھا ہے پرندے اب کہاں جائیں ○
- 110 (غزل) کسی نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ اکیلی ہے ○
- 112 (نظم) پاگل لڑکی ○
- 115 (غزل) آن اُس کی ہے شان بھی اُس کی ○
- 117 (غزل) ہے ابھی ابتدا افسانے کی ○
- 120 (غزل) ہم نے اُس کو خیال میں رکھا ○
- 123 (نظم) بار ہواں کھلاڑی ○
- 126 (غزل) کہہ دے بات جو کہنی ہے ○
- 128 (قطعہ) میں نہ یوسف نہ تو زلیخا ہے ○
- 129 (Quadrate) Neither are you a Zuleika, nor I a Joseph ○
- 130 (غزل) ذرا سا مسکرا دینا مجھے اتنا ہی کافی ہے ○
- 132 (غزل) اپنی فطرت ہے سب کی دل جوئی ○
- 134 (نظم) کراچی کے حوالے سے ○
- 136 (تضمین) دل مضطر کو کسی طور تو بہلانے دو ○
- 138 (نظم) پیڑ کے اوپر تپتا سورج ہوتا ہے ○
- 140 (غزل) ان کے رُخ کا کمال تو دیکھو ○
- 142 (نظم) سنگ تراش ○

- 144 (غزل) آنکھ وہی اک، جس میں جادو ہوتا ہے ○
- 146 (غزل) ہرستی میں بُوڑھا بابا ہوتا ہے ○
- 148 (غزل) خوفِ خدا سے آنکھ یہ بہنی اچھی لگتی ہے ○
- 150 (نظم) عدیل برکی کے لیے ○
- 152 (غزل) سب آنکھوں میں پیار کے سپنے ہوتے ہیں ○
- 154 (نغمہ) پہلی وحی سے درس لو ○
- 156 (نغمہ) زندگی تعلیم ہے ○
- 158 (نغمہ) ایسا کب تک ہوگا بھائی ○
- 160 (نغمہ) تعلیم تو ایمان ہے ○
- 162 (غزل) بھنوں تن کر کمائیں بن گئی ہیں ○
- 164 (نظم) Urbanization ○
- 167 (غزل) آپ سے دُور ہو گیا ہوں میں ○
- 170 (نظم: صُحْ اُمید) ایک دن ایسا آنے والا ہے ○
- 171 (The Morning of Hope) The dawn of such a day will come
- 176 (غزل) چند سانسیں اُدھار دیتا ہے ○
- 179 (غزل) تجربہ گاؤں کائنات میں آ ○
- 181 (غزل) کبھی قریب کا ڈر ہے، کبھی ہے دُور کا خوف ○
- 183 (غزل) زمیں میں کیا سے کیا رکھا ہوا ہے ○
- 186 (غزل) فاصلوں کو مکاں سمجھ بیٹھے ○

188	(غزل)	اور پھر یوں زندگی کرنا پڑی	○
190	(غزل)	کبھی پہاڑ سے اونچی فصیل ہوتی تھی	○
192	(غزل)	موت جس وقت منہ کی کھاتی ہے	○
194	(غزل)	سراسر تم پہ مرتا ہوں	○
196	(غزل)	وہم، گمان، گیان مرا	○
198	(غزل)	تیرا سودا سما گیا سر میں	○
200	(غزل)	سیاسی لوگ بیانات جن کے مہل سے	○
202	(غزل)	میری تشویش کو بڑھاتا ہے	○
204	(غزل)	عقب سے ہم پہ پھر حملہ ہوا ہے	○
206	(غزل)	تُو رسا چھا گیا اندھیروں پر	○
208	(غزل)	سکون پچھلے زمانوں میں عام ہوتا تھا	○
211	(غزل)	غم کو اوڑھنا نشاط کی خاطر	○
213	(غزل)	زخمِ گننے میں عمر بیت گئی	○
214	(غزل)	کِشورِ عشق کی رعایا ہوں	○
216	(غزل)	بڑے وثوق سے وہ پھر مگر نے والا تھا	○
217	(غزل)	خدمتِ انسانیت مقصود ہے	○
219	(غزل)	خواب کو خاک میں نہ رول اے دل	○
221	(غزل)	نفرتوں کا تھا دُھواں پھیلا ہوا	○
223	(غزل)	پیار جسے ہو خلقِ خدا سے، اُس انسان میں رہتا ہوں	○

226	(نظم)	اے معصوم شہید مرے	○
228	(نظم)	ایک نظم	○
229	(غزل)	میری تمنا یہ ہے، آصف تیکھا سا اک گیت لکھوں	○
231	(نظم)	دھاگوں کاملن ناممکن ہے	○
234	(سہرا)	خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن	○
237	(دھال)	لال شہباز قلندر	○
240	(نظم)	قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے نام	○
244	(ترانہ)	”اپنا“ کا ترانہ	○
246	(گیت)	تم اب بھی اک پہیلی ہو	○
248	(گیت)	کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں	○
250	(نظم)	باغوں میں باغ ہے ریاض کا باغ	○
253	(نظم)	صبح کی سیر	○



میں اور میری شاعری

قصہ یوں ہے کہ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود شعر و ادب کا شوق مجھے بچپن سے ہی تھا بلکہ یہ موروثی طور پر ودیعت ہوا تھا۔ میرے دادا غلام قادر فصیح، علامہ اقبال کے قریبی ساتھیوں میں تھے اور ’تاریخ اسلام‘ کے نام سے ان کی کتاب کا تیسرا ایڈیشن علامہ اقبال کے فلیپ کے ساتھ 1946ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد چوتھا ایڈیشن 2013ء میں چھپا۔ میرے والد صاحب پروفیسر ڈاکٹر ریاض قدیر لاہور کے ایک معروف سرجن اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے پرنسپل تھے چنانچہ اکثر سینئر ادیبوں اور قلم کاروں کا علاج معالجے کے سلسلے میں ان کے ہاں آنا جانا لگ رہتا تھا اور ان میں سے بعض گھر پر بھی تشریف لے آتے تھے چنانچہ مجھے بھی ان سے ملاقات اور گفتگو کا شرف حاصل ہو جاتا تھا۔ بعد ازاں جب میں خود سرجن ڈاکٹر بن گیا تو بھی علاج معالجے کا یہ سلسلہ جاری رہا اور مجھے بڑی بڑی ادبی شخصیات کے ساتھ وقت گزارنے اور ان سے مستفید ہونے کے مواقع ملے۔ انہی شخصیات میں صوفی تبسم بھی شامل تھے جو طویل عرصے تک میرے زیر علاج رہے۔ صوفی صاحب کے ہاں ان کے کئی شاگرد تشریف لاتے جن میں ان کے لائق صد احترام شاگرد فیض احمد فیض شامل تھے جو صوفی صاحب سے اپنی شاعری اور دیباچے ڈسکس کرتے اور میں ان بڑوں کی علمی اور ادبی گفتگو سنتا۔ میں کم عمر تھا، بالکل جوان تھا۔ بچپن سے اساتذہ کے شعر ڈائری میں لکھنے کے علاوہ خود بھی شعر گوئی کے درپچوں سے جھانکنے لگ پڑا تھا۔ خدائے سخن میر تقی میر کا مشہور شعر ہے

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے

درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

بچپن سے جوانی تک کے عرصے میں جید اور جدید شعراء کی محافل میں بیٹھنے سے جہاں شعری شعور پروان چڑھتا رہا، وہیں سخن کلامی اور شعر گوئی کو بھی، اندر جمع ہونے والے درد و غم مہین کرتے رہے۔ یہ شعلہ بیرون ملک پہنچنے کے بعد مزید بڑھا بلکہ ایک شعلہ جوالہ بن کر میرے شعروں میں کہیں شعلہ رخ و رخسار، کہیں شعلہ گفتار، کہیں شعلہ احساس اور کہیں شعلہ شعور و آگہی کی صورت موجود رہا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ غالباً میں آٹھویں یا نویں میں تھا جب اساتذہ کے شعر پڑھنے اور شعر نمئی کا چرکا پڑا اور پھر یہ چرکا بڑھتا ہی چلا گیا کیونکہ اکثر اشعار پڑھ کر مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ میری اپنی زندگی کے بارے میں ہیں۔ بعد ازاں جب میں امریکہ آ گیا تو یہاں بھی پاکستان اور بھارت سے بلائے جانے والے سینئر اور نامور شعراء کی میزبانی کے فرائض سرانجام دینے میں خوشی محسوس ہوتی رہی۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

بیرون ملک مستقل قیام نے میرے اندر اپنی ماں، اپنی دھرتی ماں اور اپنی قومی زبان کے حوالے سے ایک ایسا جذبہ پیدا کیا جو وقت کے ساتھ ساتھ تازہ و درخت بن گیا۔ میرے اس اولین شعری مجموعے میں یہ شعر میرے دل کی اسی کیفیت کی ترجمانی کرتا ہے۔

ہمیں سے مہر کا ہے آصف میاں ریاض سخن
دیارِ غیر میں ہم یہ زباں سمجھتے ہیں

سوچ کے سفر میں جذبے اور جنون کے ہم سفر ہو جانے کے بعد قدرت نے اپنی فیاضیوں اور عطاؤں کا سلسلہ مجھ سے جوڑے رکھا۔ جذبے کے اس سفر میں ”APPNA“ کے مشاعروں نے مجھے بہت کچھ عطا کیا اور کئی بڑی شخصیات کی قربت نصیب ہوئی جن میں پاکستان کے نام و درامیہ ناز شاعر، نقاد، محقق و مرتب اور ماہر لسانیات پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید کا نام بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر انعام صاحب نے جب میری ”نادر و نایاب اشعار“ کی مرتب کردہ ڈائری جستہ جستہ پڑھی تو انہوں نے محسوس کیا کہ میرے پاس سخن کا ایک ایسا خزینہ ہے جسے باہر نکال کر عام کرنا ضروری ہے، چنانچہ انہوں نے قدم قدم پر میری تصنیفات کے سلسلے میں میری رہنمائی فرمائی۔ اب میرے اس پہلے شعری مجموعے ”ریاض سخن“ کی اشاعت میں بھی ان کا بھرپور تعاون اور رہنمائی و ہمراہی میرے لیے سرمایہ افتخار ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ہمراہی کی وجہ سے مجھے عصر حاضر کے بہت سے سینئر اور نامور شعراء سے میل ملاقات کے مواقع ملتے رہے ہیں۔ ان شعراء و ادباء کے نام گواؤں تو طویل فہرست مرتب ہو جائے گی لہذا میں ان سب کی خدمت میں سر تسلیم و احترام خم کر کے انہیں تہ دل سے سلام پیش کرتا ہوں۔

سینئرز کی بیٹھکوں، اہل علم اور اہل ادب کی صحبتوں، کرم فرما احباب، میرے اہل خانہ اور دشتِ سخن میں میری رہنمائی و رہبری کرنے والے دوستوں اور محسنوں کی محبت نے قدم قدم پر مجھے مجتمع کیے رکھا۔ ان سب کی محبتوں کے سبب ہی میں دیارِ غیر میں مقیم ہونے کے بھی اپنے دیس اور اپنے شہر میں مقیم رہتا ہوں۔ میری شائع شدہ چھ کتابوں کے بعد اب میرے قارئین ”ریاض سخن“ کی سخن نوردی کے دوران میرے اندر کی دنیا میں گھومیں گے تو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے اور زیادہ قریب محسوس کریں گے۔ ”ریاض سخن“ میں میری ذات سے منسلک درد و غم جمع ہو کر میری سوچ کی ایک الگ کائنات کا روپ دھار چکے ہیں۔ یہ میری پہلی براہ راست تخلیقی کاوش ہے جو اب آپ قارئین کی کچھری میں حاضر ہے۔ آپ اپنی آرا میرے ساتھ شیئر کریں گے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ اس مجموعہ کلام کے حوالے سے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے۔

مجھ میں جو بھی ذرا اُجالا ہے
وہ مری ماں کا ہی حوالہ ہے

ڈاکٹر آصف ریاض قدیر

ڈاکٹر آصف ریاض قدیر اور ریاض سخن

ڈاکٹر آصف ریاض قدیر نے تعلیم تو ڈاکٹری کے شعبے میں حاصل کی لیکن عملی زندگی میں ڈاکٹری کے پیشے سے منسلک رہنے کے باوجود بچپن سے احساس کے نہاں خانے میں شعر و ادب کا شوق برابر پروان چڑھتا رہا۔ اُن کے والد گرامی پروفیسر ڈاکٹر ریاض قدیر لاہور کے نامور سرجن اور کے ای ایم سی کے پرنسپل تھے، یوں اُس وقت کے معروف اہل قلم، شعر اور ادیبوں کا علاج معالجے کے سلسلے میں اُن کے ہاں آجانا لگا رہتا تھا۔ ایک تو ڈاکٹر آصف ریاض قدیر کو سخن نہی اور قلم کاری کا فن موروثی طور پر ملا تھا کہ آپ کے دادا محترم غلام قادر فصیح سیالکوٹ میں نہ صرف علامہ اقبال کے قربت نشینوں میں سے تھے بلکہ اُن کی تصنیف ”تاریخ اسلام“ (جس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں) کا فلیپ بھی علامہ اقبال نے لکھا تھا۔

ڈاکٹر آصف ریاض قدیر نے تکمیل تعلیم کے بعد جب ڈاکٹری کے شعبے میں عملی قدم رکھا تو ادب کے نامور لکھاری اور فنکار اُن کے زیر علاج رہے چنانچہ شعر و سخن کا شعلہ شوق اُن کے اپنے قلم سے اظہار کے زینے طے کرنے لگا۔ میں نے خود اُن کی وہ ڈائری دیکھی اور پڑھی جس میں انہوں نے اُردو کے چوٹی کے شاعروں کے بہترین اشعار جمع کر رکھے تھے۔ پھر پیشہ ورانہ ذمہ داریاں اُنہیں امریکہ لے گئیں۔ ڈاکٹر آصف ریاض قدیر نے لکھنے لکھانے کے سلسلے کو وہاں بھی تخلیقی و تحقیقی توانائی سے بحال رکھا اور وقفوں وقفوں سے اُن کی کتابیں شائع ہوتی گئیں۔ اُن کی اب تک چھ کتابیں آچکی ہیں جن میں تذکرہ نویسی، نادر و نایاب اشعار کے انتخاب، افسانوں اور طنز و مزاح کے انتخاب وغیرہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اُن کا تازہ مجموعہ ”ریاض سخن“ اُن کا ایک طرح سے پہلا تخلیقی مجموعہ ہے جس میں انہوں نے درون ذات کے احساسات کو غزلوں، نظموں، گیتوں، قطعات اور دیگر اصناف سخن میں منتقل کر کے قارئین کی نذر کیا ہے۔ بچپن سے شباب تک رفیق سفر بننے والا شوق شعر کا روپ دھار کر ذات کا حصہ بن گیا اور شعر و سخن کے ریاض کو اب ڈاکٹر آصف ریاض قدیر نے ”ریاض سخن“ کا نام دے کر بحیثیت شاعر اپنی شناخت کرائی ہے۔ وہ کئی دہائیوں سے دیار غیر میں مقیم ہیں مگر اس مجموعہ کلام میں اُن کے حوالے سے دو تین پہلو بہت نمایاں اور قابل ذکر ہیں۔ مثلاً اپنی دھرتی اور قومی زبان سے اُن کی شدید محبت کے رنگ جا بجا خوشبو بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ پھر یہ کہ خاندانی رشتوں سے جذباتی وابستگی بھی جمالیاتی رنگ کے روپ میں اس مجموعے کے صفحات پر موجود ہے۔ ماں ایسے مقدس رشتے

کے حوالے سے ڈاکٹر آصف ریاض قدیر کی نظمیں خوب ہی نہیں منفرد بھی ہیں۔ اسی طرح زندگی کے مثبت رویوں اور اعلیٰ اقدار سے جُورے رہنے کا عمل بھی اُن کی فکر میں کارفرما نظر آتا ہے۔ وہ ایک صالح، صلح جُو، امن پسند اور مبنی بر عدل معاشرے کی تشکیل کے خواہاں ہیں، کائنات اور زندگی کو ربّ ذوالجلال کی سب سے بڑی عطا شمار کرتے ہیں۔

امریکہ ایسے مشینی ملک میں مصروف ترین وقت گزارنے والے ڈاکٹر آصف ریاض قدیر قومی زبان اور پاکستان کے سفیر ہیں۔ میرے ساتھ اور ادارہ ”روداد“ کے ساتھ اُن کی طویل تعلق داری اب ایک قلبی رشتے میں ڈھل چکی ہے۔ میں نے بیرون ملک ڈاکٹر صاحب کی پیشہ ورانہ مصروفیات بھی دیکھی ہیں اور شعر و سخن سے اُن کے جنون کا بھی بغور مشاہدہ کیا ہے۔ انہوں نے ان دونوں شعبوں میں قائد اعظم کے تینوں اصولوں اتحاد، نظم اور یقین کا عملی طور پر نفاذ کر رکھا ہے۔ اُن کی ان دونوں شعبوں میں خدمات کا اعتراف امریکہ میں سرکاری سطح پر اور احباب اُردو میں ذاتی سطح پر کیا جاتا ہے۔ وہ ڈاکٹری کی خدمات پر کئی اعزازات حاصل کر چکے ہیں مگر درحقیقت قلم و قسطاس سے جُوت کو وہ اپنے لیے سب سے بڑا اعزاز سمجھتے ہیں۔ میں اُن کے اولین شعری مجموعے ”ریاض سخن“ کا خیر مقدم کرتا ہوں اور میدان سخن میں اُن کی مزید کامیابیوں کے لیے دعا گو ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید
(پرائڈ آف پرفارمنس)



حمد

خود کو بالا نشین رکھتا ہوں
اک خدا پر یقین رکھتا ہوں

مسکِ تابعین رکھتا ہوں
راست پر اپنا دین رکھتا ہوں

ورد کرتا ہوں ”یا لطیف“ کا
دل میں اُن کو مکین رکھتا ہوں

In Praise of Allah

I find myself on the top of the squad
Because I believe in the only one God

Path of true followers is my conviction
The way of truthfulness is my religion

I say rosary of the Most Benevolent
In my heart, He is the only resident

آسمانوں پہ دسترس کے لیے
پاک دل کی زمین رکھتا ہوں

ہر عمل سوچ ہی کے تابع ہے
سوچ بھی بہترین رکھتا ہوں

رب کی رحمت سے سوچ پاکیزہ
اور قلب متین رکھتا ہوں

وحدہ لاشریک کو آصف
اپنے دل کے قرین رکھتا ہوں

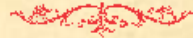


In order to reach out to the skies
The land of my heart I do chastise

Every action is the outcome of thought
And my thoughts are of the best sort

My thoughts are purified by His mercy
My heart is full of peace and courtesy

O Asaf, the One and unrivalled Lord
Remains closest to my feeble heart



نعت

ورد ، صلِ علیؑ کا راتوں میں
لطف آنے لگا ہے نعتوں میں

ذکر اُنؑ کا ہو بات اُنؑ کی ہو
شبِ معراج ، شبِ براتوں میں

سارا قرآن ہم کو ملتا ہے
احمدِ مجتہدؑ کی باتوں میں



In Praise of the Prophet (PBUH)

Remembrance of the Prophet at night
Listening to the Na't* is pure delight

Talking of the Prophet and his remembrance
During nights of ascendance and deliverance

The entire Qur'an is seen unspun
In the sayings of the praised one

* Verse in praise of Prophet Muhammad ^(PBUH)

آپ کے حکم پر وہ توڑ دیئے
بُت تھے جتنے بھی سومناتوں میں

ہے بڑائی تو صرف تقوے سے
نہ قبیلوں میں اور نہ ذاتوں میں

رکھ کے ملحوظ نعت کے آداب
جھک گئے ہیں قلم، دواتوں میں

ہے تمنا کہ حشر میں آصف
ہاتھ تھامیں وہ میرا ہاتھوں میں

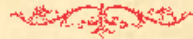


On his biddings were demolished
The idols that were worshipped

Greatness lies in righteousness
Castes and clans are needless

In reverence to the words of Na't
The pen bows down in the inkpot

Asaf, on the judgement day's final stand
The Prophet may hold my humble hand





ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

دیکھنا جن کو اک سعادت ہے
جن کے قدموں کے نیچے جنت ہے
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

جن کے چہرے پہ نُور رہتا ہے
عاجزی کا غرور رہتا ہے
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

جن کے لب پر دعائیں رہتی ہیں
دُور ہم سے بلائیں رہتی ہیں
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

Such Mothers are Called Bowers

To look at them is a noble treat
The paradise is under their feet

Such mothers are called bowers

Their faces shine with holy glow
And smugness of humility show

Such mothers are called bowers

On their lips the prayers smile
To save us from evil and its wile

Such mothers are called bowers

سوچ جن کی رہی گھرانے پر
اپنی اولاد کو بنانے پر
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

زندگی کو نکھار دیتی ہیں
دین کو اعتبار دیتی ہیں
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

گھر کو جنت بنا کے رکھتی ہیں
سب سے الفت نبھا کے رکھتی ہیں
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

دین کی روشنی ہے ان کے پاس
علم و دانش سبھی ہے ان کے پاس
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

Family is the focus of their attention
Raising the children is their mission

Such mothers are called bowers

They lend radiance to life's motion
And build trust in ways of religion

Such mothers are called bowers

They make their home a paradise
Build bridges of love and sacrifice

Such mothers are called bowers

They carry the light of the religion
A source of knowledge and wisdom

Such mothers are called bowers

بانٹ دیتی ہیں جو بھی میوہ ہے
خدمتِ خلق ان کا شیوہ ہے
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

آنکھ رکھتی ہیں کم نصیبوں پر
خرچ کرتی ہیں جو غریبوں پر
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

”مجھ میں جو بھی ذرا اجالا ہے
یہ مری ماں کا ہی حوالہ ہے“
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

مجھ کو آصفِ ملی ہے ایسی ماں
سب بلاؤں سے مل گئی ہے اماں
..... ایسی ماؤں کو چھاؤں کہتے ہیں

(والدہ محترمہ انور ریاض قدیر کے لیے)

They share the valuable possession
Serving humanity is their tradition

Such mothers are called bowers

They look after unlucky persons
And spend money on poors

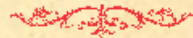
Such mothers are called bowers

What little light shines within me
In reflection of my mom's bounty

Such mothers are called bowers

Asaf, I'm blessed with such a mother
Who shields me from every bother

Such mothers are called bowers





”اپنا“ کا ترانہ

آنکھوں میں بسا اک سپنا ہے
دھرتی کا نام ہی جینا ہے
جو اپنا ہے وہ سب کا ہے
جو سب کا ہے وہ اپنا ہے

سرحد ۱ ، پنجاب کے باسی ہیں
سندھی ہیں بلوچستانی ہیں
رہتے ہیں ، گو ، امریکہ میں
پر، دل سے پاکستانی ہیں
آنکھوں میں بسا اک سپنا ہے

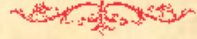
۱ موجودہ صوبہ کے پی (خیبر پختونخوا)

ہر دل کا درد ہمارا ہے
ہر دل کا ہی ارمان ہیں ہم
خدمت ہی ہمارا شیوہ ہے
خوشیوں کی نئی پہچان ہیں ہم
آنکھوں میں بسا اک سنا ہے

نفرت کا جھوٹا رستہ ہے
دنیا تو پیارے زندہ ہے
ہم پیار کے سچے راہی ہیں
ہم سب پہ خدا کا سایہ ہے
آنکھوں میں بسا اک سنا ہے

نکلیں تو زمانہ ساتھ چلے
ہاتھوں میں دے کے ہاتھ چلے
سب مل کر بھریں اُڑان نئی
اب یچھتی کی بات چلے
آنکھوں میں بسا اک سپنا ہے

جو سپنا ہے وہ اپنا ہے
دھرتی کا نام ہی چپنا ہے



ملالہ یوسف زئی

وہ ادنیٰ تھی اب اعلیٰ بن گئی ہے
اُجالوں کا حوالہ بن گئی ہے

پہاڑوں کی وہ اک معصوم بیٹی
جو وحشت کا نوالہ بن گئی ہے

اسے اب جانتا ہے سارا عالم
وہ دنیا میں اجالا بن گئی ہے



Malala Yousufzai

From a pebble she's become a gemstone
She is a symbol of the enlightened zone

She was innocent daughter of mountains
Caught in the midst of terror campaigns

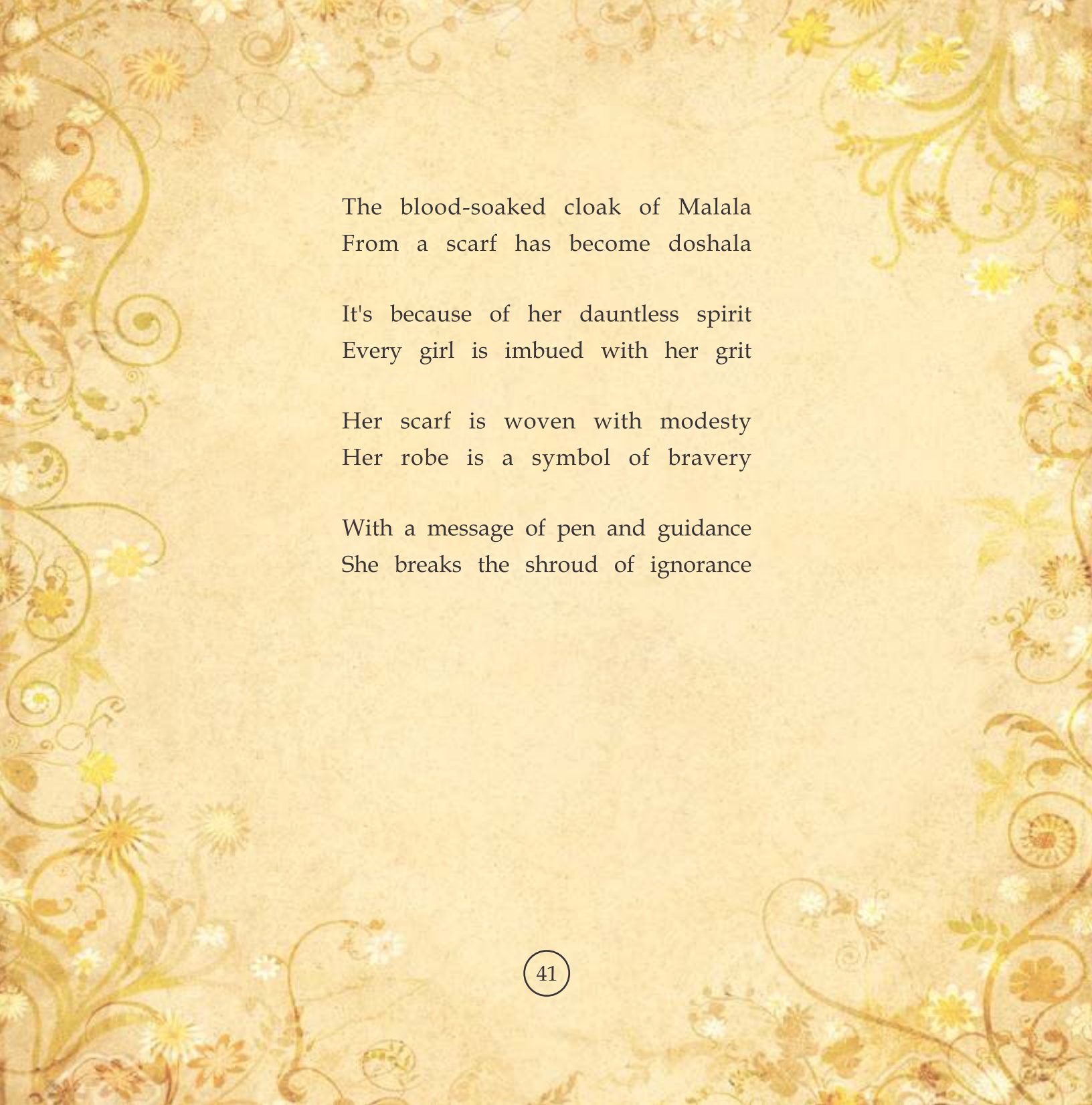
She's now known around the globe
A superb symbol of light and hope

ملاہ کی وہ خوں آلودہ چادر
دو پٹے سے دو شمالہ بن گئی ہے

اسی کی جراتوں کا فیض ہے ، اب
ہر اک لڑکی ملاہ بن گئی ہے

حیا کی اوڑھنی ہے اس کے سر پر
دلیری کا دو شمالہ بن گئی ہے

کتاب و علم کا پیغام بن کر
جہالت کا ازالہ بن گئی ہے



The blood-soaked cloak of Malala
From a scarf has become doshala

It's because of her dauntless spirit
Every girl is imbued with her grit

Her scarf is woven with modesty
Her robe is a symbol of bravery

With a message of pen and guidance
She breaks the shroud of ignorance

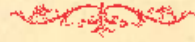
کیا کوزے میں دریا بند اس نے
سمندر سے پیالہ بن گئی ہے

وہ میدانِ عمل میں ایسے نکلی
قمر کے گرد ہالہ بن گئی ہے



She has drained the ocean into a mug
And reduced the waterway into a jug

When she entered the field of action
Made a halo of moon with attraction



ملاہ یوسف زئی کے لیے

اک طرف جہل کے اندھیرے ہیں
اک طرف علم کا اجالا ہے
لشکرِ اشقیاء ہے ایک طرف
اک طرف گل مکتی ملا ہے

For Malala Yousufzai

On one side are the shadows of ignorance
And glow of knowledge on the other hand
The army of superstition rages on one side
Malala confronts the darkness and its band

جاہلوں کو کوئی یہ سمجھا دے
روشنی قتل ہو نہیں سکتی
یہ ملالہ ہے عزم کی کشتی
اس کو دنیا ڈبو نہیں سکتی

علم والوں کی زندگی اکثر
مشکبو ، عطر بیز ہوتی ہے
لو چراغوں کی کاٹ دینے سے
روشنی اور تیز ہوتی ہے



Someone may enlighten the ignorant
The light cannot be killed or eliminated
Malala is such a tough canoe of courage
Which cannot be sunk or devastated

The life of knowledgeable people
Is more often scented and fragrant
When you trim the wick of a lamp
The light gets bright and radiant



بیٹا سوات کی

علم کی وہ قافلہ سالار ہے
قابل تقلید اک کردار ہے

قہر ہے وہ جاہلوں کے واسطے
ظالموں کی راہ میں دیوار ہے

جہل کے مد مقابل ہر گھڑی
وہ اکیلی برس پیکار ہے

The Daughter of Swat

The caravan of Knowledge she leads
Is an imitable role model by deeds

She is a terror for the ignorant mind
And a bulwark against the unkind

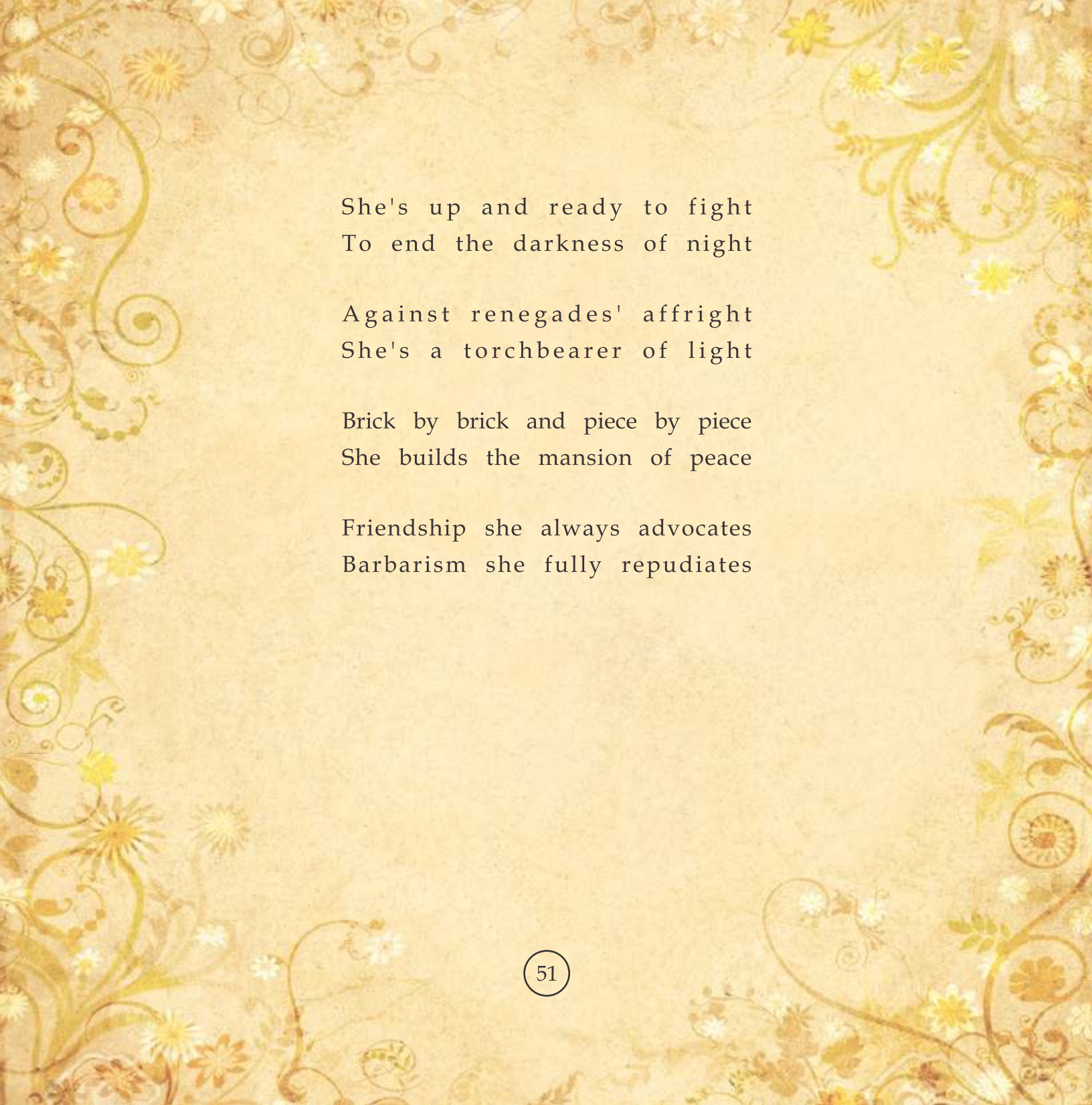
Ever ready to fight against bigotry
Lone campaigner against barbarity

ظلمتِ شب کو مٹانے کے لیے
ہر گھڑی ، ہر آن وہ تیار ہے

گمراہی کے ہے اندھیروں کے خلاف
روشنی کی وہ علم بردار ہے

جوڑتی ہے خشت سے وہ خشت کو
امن کے ایوان کی معمار ہے

ہے لبِ اقرار اپنوں کے لیے
بربریت کے لیے انکار ہے



She's up and ready to fight
To end the darkness of night

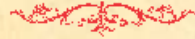
Against renegades' affright
She's a torchbearer of light

Brick by brick and piece by piece
She builds the mansion of peace

Friendship she always advocates
Barbarism she fully repudiates

وہ سمجھتی ہے قلم ہی کو علم
حوصلے اور عزم کا گہسار ہے

پاس اُس کے پرچمِ تعلیم ہے
اور دُورِ علم سے سرشار ہے



The pen like a flag she bears
With pluck and will she dares

With the knowledge intoxication
Bears the banner of education



غزل

ہر تعلق اگرچہ ذاتی ہے
پر مری سوچ کائناتی ہے

پیروی غزنوی کی کرتا ہوں
ہر ہدف میرا سومناتی ہے

دل کی دُنیا میں جھانک کر دیکھو
کیا سے کیا آئے دکھاتی ہے

Ghazal

Though every contact is personal
My thought content is universal

I'm a follower of the Ghaznavi
I target every form of idolatry


See the inner world and know
What a wonder does it show

مثلِ پرکار گھومتا ہوں میں
میرا مرکز تو یک نکاتی ہے

دل سے کرتے ہیں پیار جو ، اُن کو
زندگی لوریاں سناتی ہے

موت کے بعد بھی جو یاد رہے
مجھ کو منظور وہ حیاتی ہے

زندگی کی بقا بھی ہے یہ ہوا
اور ہوا ہی دیے بجھاتی ہے



I'm the moving leg of compasses
But stay fixed at one point always

Those who love her so dearly
Life sings them sweet lullaby

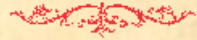
That I may recall after I perish
Such a kind of living I cherish

Air sustains all life over here
But sniffs the lamps that dare

کوئی چارہ مگر نہیں ہوتا
موت جب سیٹیاں بجاتی ہے

یاد تیرے فراق کے سر میں
درد کے گیت گنگناتی ہے

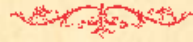
میں بھی آصفؔ اسے بناتا ہوں
وہ بھی اکثر مجھے بناتی ہے



There is no escape or running
When death comes humming

Memory in separation longs
And sings the saddest songs

Asaf, I befool her once in a while
And she dupes me often in style



دوہے

سونا چاندی چوری ہو تو محنت سے مل جائے
دل کی چوری ایسی چوری ، چور نہ پکڑا جائے

.....

آنکھ لگے تو جیون بھر پھر آنکھ نہ لگنے پائے
پریت نگوڑی دھیرے دھیرے نیندیں ہی لے جائے

.....

کوہو کوہو کونکلیا بولے ساون رت سج جائے
سُونی سِج پہ بیٹھی برہن اپنا آپ جلائے

.....

Couplets

Gold and silver can be regained with labor
But the stealing of heart none can recover
.....

Passion always plagues the restless lover
Love gradually takes away sleep for ever
.....

The cuckoo celebrates the monsoon rage
The love-stricken burns on loveless stage

من آنگن میں اگن لگی ہے، نیناں سوکھا دریا
آنسو اتنے زور سے ٹپکے جیسے چڑھتا دریا

.....

پاگل منوا مانگے سبھی اور ذرا نزدیکی
دور ہوئے تو پڑ جائے گی رونق دُنیا پھسکی

.....

دل کے داغ چھپائیں، جیسے بھید چھپائے کوئی
ہم ایسے دکھیاروں کی اب کون کرے دل جوئی

.....

دل کے چاہ سے چاہت والے بھر بھر ڈول نکالیں
لوگ مگر ہیں پریم کے دشمن، چلتے جائیں چالیں

.....

My heart burns; eyes have dried forever
But when I weep, it makes a raging river
.....

My crazy heart pines for love and nearness
If separated, the world will turn colorless
.....

We hide wounds like secret of some sort
Who may bring solace to a forlorn heart?
.....

Lovers draw water from the well of heart
But their enemies play tricks of every sort
.....

میرا دل اک بوڑھا برگد، میری چھاؤں میٹھی
درد ابھی تک دک رہے ہیں زندہ ہے انگیٹھی

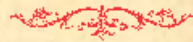
.....

سچے عاشق ہی دُنیا کو دیئے کھڑے ہیں کندھا
جھوٹا اور فریبی آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھا

.....

آنکھوں میں چبھتی ہیں نیندیں کانٹے دار بچھونا
سونے کی رکھوالی میں تو چھن جاتا ہے سونا

.....



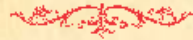
My heart is shady like a banyan tree outside
But every pain smolders like ambers inside

.....

The true lovers stand holding this world aloft
The fibbers and frauds are like a barren croft

.....

My bed is thorny and eyes are sore untold
One loses the sleep while guarding the gold



غزل

بادل گھر گھر آیا ہے
کیا اس نے بلوایا ہے

چند کتابیں ، پیار کے خط
یہ میرا سرمایہ ہے

آج جو لگتا ہے اپنا
کل کو وہی پرایا ہے

Ghazal

There is a cloud formation
Is it a sign of an invitation?

Some books and love letters
That's all that now matters


The one who seems so dear
Tomorrow, may not be near

دھن دولت اور نام نمود
مایا ہے سب مایا ہے

برسوں بعد بھی گھل نہ سکا
کون مرا ہمسایا ہے

فیض ، فراز کی یادوں کو
پھر دل نے دہرایا ہے

پھر سے اپنی کھوج میں ہیں
وقت یہ کیسا آیا ہے



Wealth, riches, name and fame
Is nothing but an elusive game

After long years of living together
Don't know my next-door neighbor

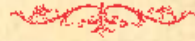
The memories of Faiz and Faraz
Come streaming without pause

Self-discovery is once more required
What strange times have transpired?

قیس اور مجنوں کیسے ہیں
جنگل سے یاد آیا ہے

وہ ارشاد تو تیرا تھا
یہ کس نے فرمایا ہے

ماں کے قدموں کے صدقے
آصف نام کمایا ہے



How are lovers like Majnoo or Qais?
The jungle reminds me every place

That was your saying of preference
Whose quote is now under reference?

Because of mother's fond acclaim
Asaf has earned a name and fame



غزل

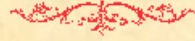
اقتصادی اصول اپنی جگہ
پیار کے پیارے پھول اپنی جگہ

وقت کے آج ہیں تقاضے اور
ابتدائی سکول اپنی جگہ

سر پہ لادی کتب بھی ٹھیک ، مگر
پاؤں میں گرد ، دھول اپنی جگہ

درد سے بھر گئی ہیں آنکھیں ، اور
دل کا ہونا ملول ، اپنی جگہ

دل پہ پورا یقین بجا آصف
خوفِ ردّ و قبول اپنی جگہ



”ایک اصول ہو گاؤں گاؤں
جتنی چادر ، اتنے پاؤں“

غزل

وطن کی خاک کو ہم کہکشاں سمجھتے ہیں
زمینِ پاک تجھے آسماں سمجھتے ہیں

تلاشِ رزق میں منزل کہاں پڑاؤ کہاں
مسافرت میں مسافر کہاں سمجھتے ہیں

اسی جہان میں پائیں گے ہم جزا و سزا
اسی جہان کو اگلا جہاں سمجھتے ہیں

گو بار بار اشاروں سے ان کو سمجھایا
ہماری بات مگر وہ کہاں سمجھتے ہیں

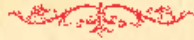
ہمیں یقین کہ ہم دوستی بناہیں گے
ہمارے دوست ہمیں بدگماں سمجھتے ہیں

ہمیں حقیر وہ گردانتے رہے برسوں
ہمارے سچ کو وہ اک داستاں سمجھتے ہیں

گزرتے وقت کا احساس تک نہیں اُن کو
وہ خود کو اب بھی حسین و جواں سمجھتے ہیں

بس ایک موجِ اجل آ کے سب مٹا دے گی
لکھے جو ریت پہ نام و نشاں سمجھتے ہیں

ہمیں سے مہکا ہے آصفِ میاں ریاضِ سخن
دیارِ غیر میں ہم یہ زباں سمجھتے ہیں



یادیں

کتابیں اور سوکھے پھول ، یادیں
محبت کی وہ پہلی بھول ، یادیں

ادھر طب کی پڑھائی سرجری تک
ادھر امریکہ کی مقبول ، یادیں

فراز و فیض اور صوتی تبسم
وہ اُن کی محفلیں معقول ، یادیں

Memories

Books, dried flowers and memories
Of the first fond follies and reveries

Here memories of medical education
There was America and its fascination

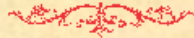
Memory of Faraz, Faiz, Sufi Tabassum
Their great company and poetic hum

خراجِ زندگی لیتی رہی ہیں
مرے ماضی کی یہ معزول ، یادیں

مرے چہرے کا غازہ بن گئی ہیں
مرا لاہور اس کی دُھول ، یادیں

یہ دُنیا ایک یونیورسٹی ہے
وہ بچپن کا مگر اسکول، یادیں

لیا کرتی ہیں آصفِ تجھ سے اب تک
جگر کے خون کا محصول ، یادیں



They've been taking a toll of my life
The deposed memories of my strife

My face still carries the ruddy rust
Of my Lahore and its precious dust

World is a large university module
I cherish the memory of my school

Asaf, the memories still take a toll
Of my lifeblood and that's not all



کراچی کا نوحہ

قتل گاہیں بن گئیں آبادیاں
ناچتی ہیں ہر طرف بربادیاں

چھوٹے بچے خوف سے سوتے نہیں
لوریاں دیتی نہیں اب دادیاں

تھے فرائض اور ہی ان کے، مگر
کر رہی ہیں کیا یہ آدم زادیاں

ہر ملالہ گولیوں کی زد پہ ہے
سُونی سُونی ہو گئیں سب وادیاں

داسیاں سب تخت کی زینت بنیں
اور کنیریں بن گئیں شہزادیاں

بھتہ خوری اور جہیز اب ایک ہیں
اب تجارت بن گئی ہیں شادیاں

قائدِ اعظم کوئی پھر آئے گا
جو دلائے گا ہمیں آزادیاں

کوئی تو آصف مسیحا آئے گا
غم ہی غم ہیں ہر طرف ناشادیاں

سوچ کا سفر (K.E)

اک سوچ کا سفر ہے
اک سوچ کا سفر ہے
باغوں کا شہر دلبر
واہگہ کا بارڈر ہے
داتا کا یہ نگر ہے
لاہور میرا گھر ہے

..... اک سوچ کا سفر ہے

کے ای سے پڑھ کے نکلے
روشن خیال لڑکے
عالم میں سارے پھیلے
ہر فرد باہر ہے
..... اک سوچ کا سفر ہے

کے ای کا یہ گھرانہ
کبھی ہو گا نہ پرانا
ہمیں جان لے زمانہ
کے ای ہی اپنا گھر ہے
..... اک سوچ کا سفر ہے

امریکہ آ گئے ہیں
دولت کما رہے ہیں
حق دلیس کا ہے ہم پر
اس کی ہمیں خبر ہے
..... اک سوچ کا سفر ہے

کے ای کے ساتھیو اب
مل کر اسے سنبھالو
مشکل نہیں ہے کچھ بھی
بیڑا اگر اٹھا لو
ہر ایک جیت کا پھر
سہرا تمہارے سر ہے
..... اک سوچ کا سفر ہے

کے ای سے اپنی عزت
کے ای سے اپنی عظمت
کے ای ہے وجہ شہرت
ہر اہل دل کی آصف
کے ای پہ اب نظر ہے
..... اک سوچ کا سفر ہے

کے ای کو اب سنبھالیں
یہ فرض ہے ہمارا
دنیا میں ہم کو آصف
آنا نہیں دوبارہ
کب موت سے مفر ہے
..... اک سوچ کا سفر ہے



غزل

اس محبت میں یہ بھی تماشا رہا
میں سمندر میں رہ کے بھی پیاسا رہا

کھارے پانی کی خیرات ملتی رہی
میٹھے پانی سے کوئی نہ ناتا رہا

دوستوں کی عنایات جاری رہیں
دشمنوں کو بھی رستے سُجھاتا رہا

Ghazal

Love has many a splendid emotion
Not a drop to drink from the ocean

I was fed on the drops of saltwater
Away from the dew of magna matter


My Friends were kind and generous
The enemies I guided nevertheless

آنکھ کی نہر سے اشک بہتے رہے
غم کا بادل سدا سر پہ چھاتا رہا

آج اسے یوں مری یاد آتی رہی
وہ مسلسل مجھے گنگناتا رہا

زندگی خوف ہی میں گزرتی رہی
میں کہ ڈرتا رہا وہ ڈراتا رہا

دوستوں کے لیے وقت تھا ہی نہیں
عمر بھر دوستوں کو مناتا رہا



The tears kept flowing from the eyes
Clouds of sorrow darkened the skies

She remembered me in such a way
Kept humming and sang like a jay

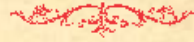
The life was spent in a state of fear
I always dreaded; she was severe

I had little time for my dear friends
Lifelong, I kept on making amends

دل کے گل دان میں کاغذی پھول ہی
کتی مجبوریوں سے سجاتا رہا

ڈھول کا پول گھل جانے کے خوف سے
جھوٹ کی ڈفلیاں میں سجاتا رہا

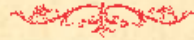
آج آصف سرِ شام کیوں سو گیا
وقت آ آ کے اس کو جگاتا رہا



Paper flowers filled my inner part
I kept arranging with a heavy heart

For fear of exposure of true perception
I kept beating the drums of deception

Why had Asaf gone to sleep that soon
Persistently, time continued to croon



غزل

راز رہتا ہے ہر کسی کا بھید
صرف اتنا ہے آگہی کا بھید

لاکھ دل میں سنبھال کر رکھو
گھل ہی جاتا ہے عاشقی کا بھید

بزم میں دوستوں کی کھلتا ہے
باتوں باتوں میں دشمنی کا بھید



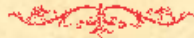
خامشی سب کو جیت لیتی ہے
کتنا وزنی ہے ان کہی کا بھید

تم پہ لازم ہے تم چھپا کے رکھو
تم اگر جان لو کسی کا بھید

موت ہے زندگی کا مستقبل
صرف اتنا ہے زندگی کا بھید

چھپ کے رہتا نہیں ہے آنکھوں میں
بزم میں ان کی بے رخی کا بھید

بھگی آنکھیں تو پونچھ لے آصف
فاش ہو جائے گا ہنسی کا بھید





غزل

دل نہ جب تک جلاؤ گے اپنا
نام کیسے کماؤ گے اپنا

جب ہوا ہی نہیں رہی باقی
دیپ کیسے جلاؤ گے اپنا

آگ کا کھیل ، کھیلنے والو
ایک دن گھر جلاؤ گے اپنا

Ghazal

If you can't ignite the inner flame
How would you then earn a name?

When there is no air in the camp
How would you light your lamp?

If you play with fire without ado
One day it'll burn your house too

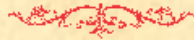
زہر کھانے کی اُس نے کھائی قسم
تم بھی وعدہ نبھاؤ گے اپنا

اب کسی آنکھ میں لحاظ نہیں
کس کو دکھڑا سناؤ گے اپنا

گھٹیا لوگوں کے پاس بیٹھ کے تم
بھاؤ دل کا گراؤ گے اپنا

بھیڑ میں گر نکل پڑے تنہا
خوف دل کا بڑھاؤ گے اپنا

زیست آصف ہے ریت کا دریا
کیسے رستہ بناؤ گے اپنا



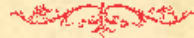
She has vowed to take the poison
Would you stand by your passion?

People are heartless and callous
Who would you turn to for solace?

Keeping company of the lowly sort
You'll lower the worth of your heart

If you break away from the crowd
It'll add to the fears in your shroud

Asaf, the life is like the shifting sand
Can you make the path you planned?



غزل

انتظار اپنے پہلو بدلتا رہا
میں دیا تھا سر بام جلتا رہا

یہ ہوا ساتھ چلنے کو کہتی رہی
میں ہوا کے مخالف ہی چلتا رہا

میری ماں کی دعاؤں کا تھا فیض یہ
گرتا پڑتا تھا پھر بھی سنبھلتا رہا

Ghazal

The dreadful wait lingered in agony
I flickered like a lamp in the balcony

Wind urged me to go with the sail
But I kept flying against the gale

My mom's prayers were not in vain
I fell and faltered but got up again


مہندیاں ان کے پاؤں میں لگتی رہیں
اور وقتِ ملاقات ٹلتا رہا

میں کہ اُس پار جانے کی خواہش لیے
کاغذی کشتیوں سے بہلتا رہا

دوستی اک دکھاوا تھی چلتی رہی
میرے گھر میں عدو میرا پلتا رہا

کوئی جادہ ، نہ رستہ ، نہ منزل کہیں
وقت کی ریت پر میں پھسلتا رہا





The henna on her pretty feet
Kept delaying our time to meet

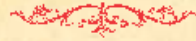
For a wish to go beyond the floats
I kept playing with the paper boats

The Illusion of friendship had its lows
My rival kept growing under my nose

Without a path or purpose in mind
I kept sliding on the sands of time

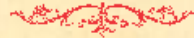
لغزش آنے نہ پائی مرے پاؤں میں
تھام کر دستِ ہمت میں چلتا رہا

آتشِ عشق آصف جلاتی رہی
اور میں اندر ہی اندر پگھلتا رہا



There was no tilt in gait or carriage
I kept holding the hand of courage

Asaf, the fire of love burnt me thin
And I kept on melting from within



غزل

صلیب و دار سے رشتہ بنا کے رکھتے ہیں
ستم کے سامنے سر کو اٹھا کے رکھتے ہیں

یہ طفلِ عشق جو اکثر مچلتا رہتا ہے
کئی بہانوں سے اس سے بنا کے رکھتے ہیں

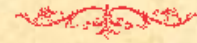
وہ ہم کو رکھتے ہیں ایسے اسیرِ تنہائی
ہمارے واسطے محفلِ سجا کے رکھتے ہیں

ہمیں بھی شوق ہے تھوڑا سا خود فریبی کا
چراغ ، شام سے گھر میں جلا کے رکھتے ہیں

ہمارے قتل کی تمہید ان کو آتی ہے
نظر کے تیر بھی اکثر چھپا کے رکھتے ہیں

ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے ہیں اخوت کو
قدم قدم سے ہمیشہ ملا کے رکھتے ہیں

قبول ہوتی ہے آصفِ دعائے نیم شبی
تمام رات مصلیٰ بچھا کے رکھتے ہیں



غزل

شجر پر سانپ بیٹھا ہے پرندے اب کہاں جائیں
فضا میں زہر پھیلا ہے پرندے اب کہاں جائیں

یہاں قابض ہے ساہوکار گندم کے ذخیروں پر
ہراک ذی روح بھوکا ہے پرندے اب کہاں جائیں

صحیفے آسمانی اب فقط طاقوں میں رکھے ہیں
فلک خاموش بیٹھا ہے پرندے اب کہاں جائیں

کہیں مقتل ، کہیں لاشیں ، ستم ایجاد لوگوں نے
یہ کیسا کھیل کھیلا ہے پرندے اب کہاں جائیں

درختوں کی یہ شاخیں ہیں کہ ہیں بارود کی تاریں
عجب اک خوف برپا ہے پرندے اب کہاں جائیں

چمن کے چار سُو صیاد نے پہرے بٹھائے ہیں
اک انہونی کا دھڑکا ہے پرندے اب کہاں جائیں

یہاں تو کٹ رہے ہیں مولی گاجر کی طرح انساں
ستم کا دور دورہ ہے پرندے اب کہاں جائیں

کمیں گا ہوں میں بیٹھے ہیں شکاری ہر طرف آصف
سبھی کو جاں کا خطرہ ہے پرندے اب کہاں جائیں



غزل

کسی نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ اکیلی تھی
جلو میں اُس کے حسیں چاند تھا، چنبیلی تھی

ہمارے ساتھ وہی داستانِ ہجر رہی
تمہارے ساتھ وہی سانولی سہیلی تھی

مری طلب نے ہزاروں حجاب اوڑھے تھے
تمہارے ہونٹوں پہ اک شوخ سی پہیلی تھی

وہ خوابناک سی آنکھیں ، وہ بولتے ہوئے لب
حنا سے مہکی ہوئی کیا حسیں ہتھیلی تھی

تم ایک شخص کی خاطر ہو چھوڑ آئی جسے
تمہارا میکہ تھا ، ماں باپ تھے ، حویلی تھی

مگر خوشی کے دنوں میں رکھیں گے سب کو شریک
ستم کی رات اگرچہ اکیلے جھیلی تھی

وگر نہ لوگ تھے سب موت کے کنویں کی طرح
یہ زندگی تھی جو، ہر گام یار بیلی تھی

انہیں معاف کیا ، ماں کے حکم پر ورنہ
جو ہولی خون کی ان ظالموں نے کھیلی تھی



پاگل لڑکی

اک لڑکی تھی پاگل پاگل
دیوانی سی بے کل بے کل
اپنے آپ سے باتیں کرتی
سارے شہر میں ننگی پھرتی
ننگے سر اور ننگے پاؤں
دھوپ تھی جس کے سر کی چھاؤں
سب اس کو دیوانی کہتے
سچ مچ کی مہارانی کہتے

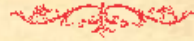


وہ دیوانی پاگل لڑکی
بہکی بہکی باتیں کرتی
سارے شہر میں ننگی پھرنا
اپنے ہی سائے سے ڈرنا
آپ ہی رونا آپ ہی ہنسنا
ایک عجب دنیا میں بسنا
بازاروں میں چوراہوں پر
اپنا پھولا پیٹ دکھا کر
لوگوں سے چلا کر کہتی
کب تک دکھ دنیا کے سہتی
اب کے میری کوکھ سے لوگو
اب کے میرے پیٹ سے اندھو

ایک سپاہی پیدا ہو گا
جو میرا ہی بیٹا ہو گا

تم سب کو سنگسار کرے گا
ماں کو عزت دار کرے گا

اب میں سوچا کرتا ہوں کہ
کیا وہ لڑکی پاگل تھی
یا شہر کے لوگ ہی پاگل تھے



غزل

آن اس کی ہے شان بھی اس کی
ناتواں میری جان بھی اس کی

وہ خریدے کہ مُفت لے جائے
مال اس کا ، دکان بھی اس کی

ہم تو بس پاس رکھتے رہتے ہیں
وعدہ اس کا زبان بھی اس کی

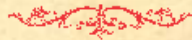
جس کو چاہے شکار کر لے اب
تیر اس کے کمان بھی اس کی

جھمکے کانوں کے اک نہیں اس کے
اب تو سونے کی کان بھی اس کی

سارے کردار، اس کے زیر اثر
شوخیء داستان بھی اس کی

سارا حسنِ بیان اس کا ہے
اور شیرینیء بیان بھی اس کی

پھول کلیاں اسی کے ہیں آصفؔ
رونق گلستان بھی اس کی



غزل

ہے ابھی ابتدا فسانے کی
مشق جاری ہے دل لگانے کی

جلوۂ حسن کی ہے تاب کسے
شرط مشکل ہے آزمانے کی

گھر میں مہندی لگا کے بیٹھے ہیں
یہ بھی تمہید ہے بہانے کی

ایک نامہ مزید لکھ چھوڑوں
کاہلی ہو نہ ڈاکخانے کی

چڑھتے سورج کا ساتھ دیتے ہیں
یہ روش خوب ہے زمانے کی

ہم کو تکیے پہ نیند آتی نہیں
سَر کو عادت پڑی ہے شانے کی

گرتی دیوار کو سہارا دو
کیا ضرورت ہے اس کو ڈھانے کی

دو گھڑی پاس میرے بیٹھو تو
اتنی جلدی بھی کیا ہے جانے کی

میں سُنا جاؤں کیسے ممکن ہے
میں ہوں آواز سرد خانے کی



غزل



ہم نے اس کو خیال میں رکھا
خود کو دائم جمال میں رکھا

انکساری سے سب سے بڑھ کے ملے
تمکنت کو بھی چال میں رکھا

گرچہ ماضی حسین ہوتا ہے
ہم نے اُس کو بھی حال میں رکھا

میرا صیاد کتنا شاطر ہے
عمر بھر مجھ کو جال میں رکھا

فکرِ جاناں نے ، فکرِ دنیا نے
عمر ساری وبال میں رکھا

ہو گئے لاجواب اس کے حضور
اک معّمہ سوال میں رکھا

جاں سے بڑھ کر انا بچانے کو
اُس نے خنجر بھی ڈھال میں رکھا

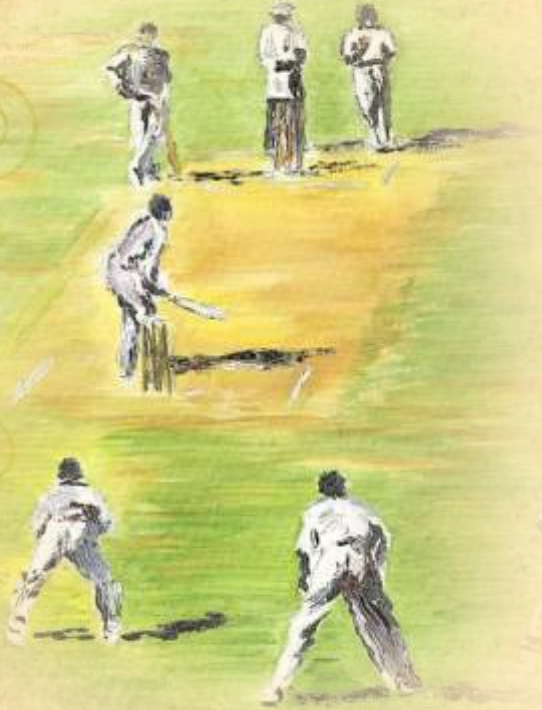
ہجر کے گیت آنکھ گاتی رہی!
دل کی دھڑکن کو تال میں رکھا

عقل کو تابعِ جنوں کر کے
شیر کو اس کی کھال میں رکھا

عید کا کارڈ آ گیا آصفِ
رابطہ اتنا سال میں رکھا



بارہواں کھلاڑی



زندگی بھی کرکٹ ہے
سنچری بنا لو تو
تالیاں بھی بچتی ہیں
اور وکٹیں لے لو تو
واہ واہ بھی ہوتی ہے
مسئلہ مگر یہ ہے
بارہویں کھلاڑی کو
کون یاد رکھتا ہے

شاعری بھی کرکٹ ہے
ٹیم اک بنا لو تو
شہرتیں بھی ملتی ہیں
واہ واہ بھی ہوتی ہے

شاعری کے میدان میں
ہم نے کھیل کر دیکھا
فیلڈنگ بھی کر دیکھی
پھر بھی اے میاں آصف
بارہویں کھلاڑی کو
کون یاد رکھتا ہے

پیار بھی تو کرکٹ ہے
جب بھی میچ ہوتا ہے
جیتتے ہیں اہل زر
پیار ہار جاتا ہے
نامراد عاشق بھی
بارہواں کھلاڑی ہے

بارہویں کھلاڑی کو
کون یاد رکھتا ہے
آرزو بھی کرکٹ ہے
جس سے جی نہیں بھرتا
ایک پوری ہوتے ہی
دوجی سر اٹھاتی ہے
زیست ڈمگاتی ہے
خواہشوں کی دُنیا بھی
بارہواں کھلاڑی ہے
بارہویں کھلاڑی کو
کون یاد رکھتا ہے



غزل

کہہ دے بات جو کہنی ہے
ورنہ آنکھ تو بہنی ہے

پھول تو اُس کے ہاتھ میں ہے
میرے ہاتھ میں ٹہنی ہے

ظلم کی اینٹ لگی جس میں
وہ دیوار تو ڈھینی ہے

جس میں کوئی خواب نہ ہو
ایسی آنکھ تو بہنی ہے

دریا جس نے پار کیا
سوہنی اُس کی رہنی ہے

آوازوں نے گھیر لیا
خاموشی اب رہنی ہے

کیا بدلے گا اس کو تُو
دُنیا یُونہی رہنی ہے

اس میں بھی پیوند ہزار
یہ پوشاک جو پہنی ہے

آصف تُو بھی بھگ ذرا
پڑنے بارش پہنی ہے

قطعہ

میں نہ یوسف نہ تُو زلیخا ہے!
دیکھ ! یہ کیا نیا تماشا ہے
انگلیاں بولتی ہیں میرے خلاف
میرا تنہا گواہ گرتا ہے

قطعہ

اس طرح کے نہ کھیل کھیلا کر
مشکلوں کو وفا سے جھیلا کر
غم زدوں کا یہ گاؤں ہے آصف
ان کو خوشیاں کہیں سے دے لا کر

Quadrate

Neither are you a Zuleika, nor I a Joseph
Come see this new and strange process
The bleeding fingers speak against me
And the torn shirt is my sole witness

Quadrate

Don't indulge in games that are useless
Face hardships with sheer faithfulness
Asaf, it is the abode of sorrow-stricken
Get them some moments of happiness

غزل

ذرا سا مسکرا دینا مجھے اتنا ہی کافی ہے
زباں سے کچھ نہیں کہنا مجھے اتنا ہی کافی ہے

چلو تم روٹھ جاؤ روٹھ جانا اچھی عادت ہے
تمہیں پھر گدگدا دینا مجھے اتنا ہی کافی ہے

تمہارے ہاتھ پر رنگِ حنا جاؤ سے کیا کم ہے
یہ خوشبو سونگھتے رہنا مجھے اتنا ہی کافی ہے

تمہارے روپ کے آگے ستارے ماند پڑتے ہیں
تمہیں بس دیکھتے رہنا مجھے اتنا ہی کافی ہے

بس اتنی التجا ہے دوستوں سے وقت پڑنے پر
مری ڈھارس بندھا دینا مجھے اتنا ہی کافی ہے

میں بُٹھے کی طرح اب یار کو جا کر مناؤں گا
ذرا مجھ کو نچا دینا مجھے اتنا ہی کافی ہے

مجھے جام و سبو سے دوستی کا حوصلہ کب ہے
نگاہوں سے پلا دینا مجھے اتنا ہی کافی ہے

غموں کی بھیڑ میں آصف ہمیشہ مسکراتا ہے
اسے آتا ہے غم سہنا مجھے اتنا ہی کافی ہے



غزل

اپنی فطرت ہے سب کی دل جوئی
اپنی عادت نہیں ہے بد گوئی

کاٹنے والے کاٹ لیں نفرت
فصل یہ ہم نے تو نہیں بوئی

کھوئی دولت تو مل ہی جاتی ہے
نہیں ملتی جو آبرو کھوئی

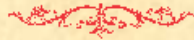
میلی پوشاک روز دھوتے ہو
رُوح میلی بھی کیا کبھی دھوئی؟

دمِ رخصت وہ ضبط کا عالم
ہونٹ کانپے نہ آنکھ ہی روئی

ایک لاٹھی سے ہانک مت سب کو
مجھ سا ہوتا نہیں ہے ہر کوئی

جب سے تم بس گئے ہو آنکھوں میں
نیند آنکھوں میں پھر نہیں سوئی

ماں کا یہ درس یاد ہے آصفؔ
نہیں کرنی کسی کی بدگوئی



کراچی کے حوالے سے

نگر سب ڈوب جائے گا گر ہستی ڈوب جائے گی
رہی برسات نفرت کی تو بستی ڈوب جائے گی

عداوت کے یہ بادل شہر کو ویران کر دیں گے
تمہارے ہاتھیوں کی ساری مستی ڈوب جائے گی

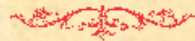
یہ بادل جب بھی آتے ہیں تو بارش ساتھ لاتے ہیں
اگر چڑھتا گیا دریا تو کشتی ڈوب جائے گی

بلندی سے نکلنا بستیاں برباد کر دینا
رہی پانی کی فطرت یہ تو پستی ڈوب جائے گی

گھروں کی رونقیں ساری انہی ماؤں کے دم سے ہیں
یہ گر روتی رہیں اکثر گر ہستی ڈوب جائے گی

کنارے تک وہی پہنچے گی ناؤ، ہو گی جو سالم
ہوئے سوراخ جس میں بھی وہ کشتی ڈوب جائے گی

انا کی بت پرستی دیکھ کر روتے ہو کیوں آصف
جو بت رونے لگے تو بت پرستی ڈوب جائے گی



تضمین



دل مضطر کو کسی طور تو بہلانے دو
”قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو“

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

خون سے ہاتھ رنگے ہیں تو چھپاتے کیوں ہو
گھومتے پھرتے ہو پہنے ہوئے دستانے دو

جب بھی ملتے ہو تو کیوں مجھ سے حیا کرتے ہو
آج دیوارِ حیا مجھ کو ذرا ڈھانے دو

بھر کی دھوپ میں سلگا ہوں بہت جانِ جہاں
سایہ زلف میں مجھ کو ذرا ستانے دو

روٹھ کر اور بھی مجھ کو وہ حسین لگتے ہیں
رخ روشن کو ذرا آئینہ دکھلانے دو

رنجشیں ان کی ہوا کرتی ہیں معصوم بہت
گدگدی کرنے دو ان کو یونہی بہلانے دو

ان کی ہر وعدہ خلافی میں مزا آتا ہے
جھوٹ کو سن لو مگر ان کو مگر جانے دو

کہہ کے آصف بھی گیا آج سے جنگل کی طرف
قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

ایک نظم

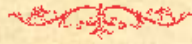


پیڑ کے اوپر تپتا سورج ہوتا ہے
پیڑ کے نیچے میٹھی چھاؤں رہتی ہے
ساری بستی پیڑ کی پوجا کرتی ہے
اس کی ٹھنڈی چھاؤں کو کھوجا کرتی ہے
پنچھی پیڑ کو سچے دل سے چاہتے ہیں
بستی والے پیڑ کے نغمے گاتے ہیں

ہر گھر میں اک ایسا شخص بھی ہوتا ہے
جس کے سر پہ دھوپ اور سورج رہتا ہے
جس کے دم سے ٹھنڈی چھاؤں نکھرتی ہے

خود وہ تنہا دھوپ میں جلتا رہتا ہے
پھر بھی ہر دم اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر
یہی دعا کرتا ہے کہ ” میرے گھرنوں
میرے سبھے گھر والیاں نون

تی واء نہ لگے ربا
تی واء نہ لگے“



غزل

ان کے رخ کا کمال تو دیکھو
آنے کا جمال تو دیکھو

سارے چہروں کو بھول جاؤ گے
ان کے چہرے کی چال تو دیکھو

چاند نے کالی شال اوڑھی ہے
ان کے شانوں پہ بال تو دیکھو

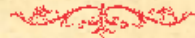
میری حالت بھی ان سے ملتی ہے
قیس رانجھے کا حال تو دیکھو

آنکھیں اُس کی عُقاب جیسی ہیں
اُس کے رُخ کا جلال تو دیکھو

قطعہ بند

پاسبانی حرم کی کیسے ہو
قومِ مسلم کا حال تو دیکھو
بھائی اب بھائیوں کے قاتل ہیں
نفرتوں کا وبال تو دیکھو

کوششیں عشق کو سمجھنے کی
ان کے الجھے سوال تو دیکھو
ان کے پیکر پہ شعر آصف کے
تیکھے تیکھے خیال تو دیکھو



سنگتراش

میں نے دیکھا کہ دستِ سنگتراش
پتھروں کی تراش کے دوران
مورتیں کیا حسین بناتا ہے

میں نے اک روز اس سے پوچھ لیا
بھائی! پتھر سے یہ حسین صورت
آپ نے کس طرح بنائی ہے
اس نے ہنس کر جواب میں یہ کہا
سنگ میں ہر ، حسین صورت اک
دستِ قدرت نے رکھی ہوتی ہے



میں تو اتنا سا کام کرتا ہوں
اُس پہ جتنے تھے فالتو پتھر
صرف میں نے تو وہ ہٹائے ہیں
اس کے پیارے جواب نے آصف
اک نئی سوچ تک رسائی دی
شکل ماں کی مجھے دکھائی دی
مائیں بھی تو تراشتی ہیں سنگ
اپنے بچوں کے فالتو پتھر
عمر بھر وہ ہٹاتی رہتی ہیں
اپنی اولاد کو وہ دنیا میں
خوبصورت بناتی رہتی ہیں





غزل

آنکھ وہی اک، جس میں جادو ہوتا ہے
دیکھ کے جس کو دل بے قابو ہوتا ہے

باہر باہر ہر کوئی بابو ہوتا ہے
اندر اندر ہر اک سادھو ہوتا ہے

کاجل سے بھرپور نظر جب پڑتی ہے
دل میں اک اک تیر ترازو ہوتا ہے

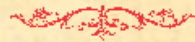
عشق کے مارے جنگل بیلے پھرتے ہیں
عشق میں دانشمند بھی سادھو ہوتا ہے

قوم کی عزتِ نفس کے جو سوداگر ہوں
ایسے ملعونوں پہ تھو تھو ہوتا ہے

رات کو اکثر خواب میں جاگا کرتا ہوں
ان کا سر اور میرا بازو ہوتا ہے

آدھی شب کو رب سے کرتا ہے جو کلام
سب سے طاقتور وہ آنسو ہوتا ہے

اس کی باتیں گھنٹوں سننا رہتا ہوں
ان باتوں میں آصفِ جادو ہوتا ہے



غزل

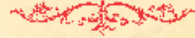
ہر بستی میں بوڑھا بابا ہوتا ہے
پھر کیسے یہ خون خرابہ ہوتا ہے

بڑی جگہ پہ کھانا دیر سے ملتا ہے
فوری سروس والا چھابا ہوتا ہے

سانڈ وڈیرا پھرتا ہے آزاد مگر
بستی میں بدنام تو گابا ہوتا ہے

جنکشن سے جب ریل چلی تو عشق ہوا
اگلا ٹیشن ”کوٹ سماہا“ ہوتا ہے

ستے چھولے اس کے پاس سے ملتے ہیں
ہر اسکول کے پاس اک چھابا ہوتا ہے



غزل

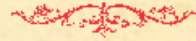
خوفِ خدا سے آنکھ یہ بہنی اچھی لگتی ہے
بارش میں تو ٹہنی ٹہنی اچھی لگتی ہے

اس کے در کی چوکھٹ سے ہی سب کو ملتا ہے
پیشانی چوکھٹ پر رہنی اچھی لگتی ہے

ظلم کی بات پہ ہم سب سی لیتے ہیں ہونٹ
حق کی بات پہ منہ پہ کہنی اچھی لگتی ہے

اس کے بدن کے پیچ و خم سب اچھے لگتے ہیں
اُس نے جو پوشاک ہو پہنی اچھی لگتی ہے

ہم تو آصف ہر اک سے ہی جھک کر ملتے ہیں
پھل کے بوجھ سے جھکے جو ٹہنی اچھی لگتی ہے



عدیل برکی کے لیے

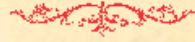
ان کی آواز جب سنائی دی
بلبلیں بولیں اور گواہی دی

پہلے گلشن نے گیت ان کا سنا
کوک کونل کی پھر سنائی دی

ان کے چہرے کی تازگی دیکھو
پھول نے ، چاند نے دہائی دی

جامہ زیبی تو ختم ہے ان پر
تمکنت جوش میں دکھائی دی

ان کی اک بات نے مجھے آصف
اک نئی سوچ تک رسائی دی



غزل

سب آنکھوں میں پیار کے سپنے ہوتے ہیں
لیکن کچھ میں شک کے جالے ہوتے ہیں

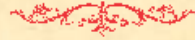
تم نے بھیگ کے بارش میں انگریزی لی
دل والوں کے دل تو دھڑکنے ہوتے ہیں

کبھی ہوا کی سازش شامل ہوتی ہے
آنچل تو ہر حال ڈھلکنے ہوتے ہیں



لاج کی ماری لڑکی بیٹھی رہتی ہے
چاندی بال تو اس کو ڈھکنے ہوتے ہیں

جیون پیڑ کے ثمر نرالے ہیں آصف
کھٹے میٹھے سارے چکھنے ہوتے ہیں



نغمہ

پہلی وحی سے درس لو
بچے پڑھیں خود بھی پڑھو

جہل	اک	اندھیرا	ہے
علم	ہی	سویرا	ہے
روشنی	کا	گھیرا	ہے

..... پہلی وحی سے درس لو

علم	ہی	اُجالا	ہے
علم	ہی	دو شالہ	ہے
علم	ہی	ملا لہ	ہے

..... پہلی وحی سے درس لو

علم ہی سے شہرت ہے
علم ہی سے عزت ہے
علم ہی سے دولت ہے
..... پہلی وحی سے درس لو

علم ہی وہ دولت ہے
خرچ ہو تو بڑھتی ہے
مفلسی سے لڑتی ہے
..... پہلی وحی سے درس لو
بچے پڑھیں خود بھی پڑھو

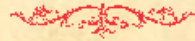


نغمہ

زندگی تعلیم ہے
تعلیم سے تعظیم ہے
خود بھی پڑھو بچے پڑھیں
سیل حادث سے لڑیں
رستہ کٹے آگے بڑھیں
..... زندگی تعلیم ہے

یہ علم ہے اک روشنی
اس سے سچے گی زندگی
ہے علم کی دنیا نئی
..... زندگی تعلیم ہے

پھر درس ، اقراء کا پڑھو
دنیا نئی تعمیر ہو
ہم بھی بڑھیں تم بھی بڑھو
..... زندگی تعلیم ہے
تعلیم سے تعظیم ہے



نغمہ

ایسا کب تک ہو گا بھائی
کس نے گھر میں آگ لگائی
لاشیں، ماتم، سوگ، جنازے
منفی سوچ کے ہیں خمیازے
..... ایسا کب تک ہو گا بھائی

ایک خدا اور ایک نبی ہے
لیکن ملت ایک نہیں ہے
..... ایسا کب تک ہو گا بھائی

اپنی سوچ بدلی ہوگی
خیر کی راہ ہی چلنی ہوگی
..... ایسا کب تک ہو گا بھائی
علم اجالا راہ دکھائے
برا بھلا سب کچھ سمجھائے
ملت اس کو سمجھ نہ پائی
ایسا کب تک ہو گا بھائی
کس نے گھر میں آگ لگائی



نغمہ

تعلیم تو ایمان ہے
تعلیم کا فقدان ہے
کتنا بڑا نقصان ہے
ہیں گھوسٹ لاکھوں مدرسے
استاد گھر بیٹھا رہے
بچہ کہاں جا کر پڑھے
..... کتنا بڑا نقصان ہے
تعلیم تو ایمان ہے

اک دین تھی اسکول کی
معصوم بچوں سے بھری
کیوں راہ جل کر ہو گئی

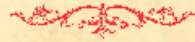
..... کتنا بڑا نقصان ہے

تعلیم تو ایمان ہے

اک چال دشمن چل گیا
قائد کا گھر بھی جل گیا
دن جیسے شب میں ڈھل گیا

..... تعلیم کا فقدان ہے

تعلیم تو ایمان ہے





غزل

بھنویں تن کر کمائیں بن گئی ہیں
تری نظریں سنائیں بن گئی ہیں

ذرا سا مسکرا کے اس نے دیکھا
اسی کی داستائیں بن گئی ہیں

ترے کوچے کا بھاؤ بڑھ گیا ہے
وہاں پر اب دکائیں بن گئی ہیں

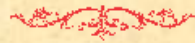
یہ شہر ، آہ و فغاں میں مبتلا ہے
صدائیں اب اذائیں بن گئی ہیں

سنجھالے جا رہے ہیں ماں کی بولی
بہت زیادہ زبانیں بن گئی ہیں

فضا میں جال جو پھیلے ہوئے ہیں
بڑی مشکل اڑائیں بن گئی ہیں

جہاں ہوتا تھا زنگ آلود لوہا
وہاں سونے کی کانیں بن گئی ہیں

بہ فیضِ عاجزی آصفِ تمہاری
زمانے بھر میں شانیں بن گئی ہیں



URBANIZATION

(بڑھتے ہوئے شہروں کا نوحہ)



دھوپ سے چھاؤں کی طرف آؤ
شہر سے گاؤں کی طرف آؤ

شہر گنجان ہو گئے کتنے
گاؤں ویران ہو گئے کتنے

ساتھ سورج کے سب نکلتے ہیں
گاؤں فطرت کے ساتھ چلتے ہیں

رہنے سہنے میں سادگی ہے بہت
کھانے پینے میں تازگی ہے بہت

گاؤں پیدا اناج کرتے ہیں
شہر والوں کا پیٹ بھرتے ہیں

گاؤں میں پُر فضا ہوائیں ہیں
کھیت میں دل گشائیں فضا ہیں

گاؤں میں میلا دل نہیں ہوتا
بجلی پانی کا یل نہیں ہوتا

شہر میں زر پرستی ہوتی ہے
اور پھر چیرہ دستی ہوتی ہے

شہر سے گاؤں کی طرف آؤ
دھوپ سے چھاؤں کی طرف آؤ

شہر کے بوجھ کو گھٹانا ہے
گاؤں آصف کا اب ٹھکانہ ہے





غزل

آپ سے دُور ہو گیا ہوں میں
کتنا بے نور ہو گیا ہوں میں

جلوۂ حسن کی تمنا میں
دیکھ لو طُور ہو گیا ہوں میں

اس کی آنکھوں سے پیتا رہتا ہوں
مست ہوں پُور ہو گیا ہوں میں

خوش مزاجی ہی اپنی عادت ہے
ایک دستور ہو گیا ہوں میں

جال پھیلے ہوئے ہیں چاروں طرف
خود میں محصور ہو گیا ہوں میں

عاجزی جس قدر ملی مجھ کو
اُتنا مغرور ہو گیا ہوں میں

ساتھ دیتے نہیں قوی اب تو
جیسے معذور ہو گیا ہوں میں

بے وفا کے قریب آتے ہی
غم سے معمور ہو گیا ہوں میں

سوچ ، آصفؔ کہ وقت کے ہاتھوں
کتنا مجبور ہو گیا ہوں میں



صبح اُمید

ایک دن ایسا آنے والا ہے
اونچی دستاریں سرنگوں ہوں گی

زر پرستوں کا سحر ٹوٹے گا
دکھ اندھیروں کے مٹ چکے ہوں گے

سکھ کا سورج اُفتق سے ابھرے گا
بُت کدوں کی صفائیاں ہوں گی

The Morning of Hope

The dawn of such a day will come
When dainty plumes will succumb

Charm of wealth worship will rend
The suffering of darkness will end

The sun of peace will rise after all
The Idol houses of darkness will fall



بھاگ نکلیں گے سارے لات و منات
نعرہ حق کے صُور گونجیں گے

فیلِ بدمست کا یہ سب لشکر
بھوسا بن کر فضا میں بکھرے گا

ہیں پرندوں کی چونچ میں کنکر
وقت مارے گا آخری ٹھوکر

پھر سے آغاز ہو گا اپنا سفر
پرسکوں دیں گے نگر ہوں گے

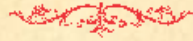
Idols of Laat and Munaat will regress
On hearing the siren of truthfulness

Army of rogue elephant with dare
Will blow up like chaff into thin air

Birds with pebbles in beaks will show
The time will deal the finishing blow

We'll restart our journey post haste
We'll be denizens of a peaceful state

سب اُجالے زمین پر ہوں گے
فیصلے سارے دین پر ہوں گے
کام سارے یقین پر ہوں گے
ایک دن ایسا آنے والا ہے



The earth will shine with brightness
Principles of faith will ensure justice

From trust, every job shall emanate
Soon enough, such a day will radiate



غزل

چند سانسیں اُدھار دیتا ہے
زندگی کو نکھار دیتا ہے

یہ بھی احسان اُس کا ہے مجھ پر
سائے جتنا قرار دیتا ہے

کر کے تکمیل کا بہانہ ، مجھے
نامکمل سا پیار دیتا ہے

پیار کرتا ہے اس طرح جیسے
کوئی پیسے ادھار دیتا ہے

موج میں ہو تو یہ بھی دیکھا ہے
ایک مانگو ہزار دیتا ہے

بات کرتا ہے ہر ادھوری ، پھر
عمر بھر انتظار دیتا ہے

ہے یہ مشہور اُس کی عادت اک
پھول لیتا ہے خار دیتا ہے

اس قدر ہے وہ غیر ذمہ دار
دل جوئے میں وہ ہار دیتا ہے

متصل ہو کے میرے لہجے میں
اپنا لہجہ اُتار دیتا ہے

کج رویہ سہی مگر آصف
درد کو اعتبار دیتا ہے



غزل

تجربہ گاہِ کائنات میں آ
بے یقینی سے ممکنات میں آ

میں ہی ہوں تیری آخری منزل
دن کے رستے سے میری رات میں آ

توڑ تہائیوں کے پنہروں کو
نئی دُنیا کے شش جہات میں آ

کوچہ ہجر پار کر اور پھر
وصل در وصل اختلاط میں آ

ذات کو بیچ میں سے کر منہا
موت کے راستے حیات میں آ

وقت کو فتح کرنے سے پہلے
اپنی ہستی کے سومنات میں آ

خول سے اپنے اب نکل باہر
زندگی کے مشاہدات میں آ



غزل

کبھی قریب کا ڈر ہے، کبھی ہے دُور کا خوف
مری اذانِ کلیسی کو، کوہِ طُور کا خوف

شجر قیامتیں ڈھائے نہ جانے کیا کیا پھر
ابھی ہے تخمِ تخیل کو صرف بُور کا خوف

ہمیشہ ایک لگے مجھ کو بچپن اور آسیب
نکل سکا نہ مرے دل سے ”شاہ پُور“ کا خوف

قدم قدم پہ میں ناکام اس سبب سے رہا
سوار ذہن پہ میرے تھا لاشعور کا خوف

مفاہمت سے مفاہیم تک کے عرصے میں
ورق ورق سے اُچھالا گیا سطور کا خوف

وگرنہ وصل کا کیا کیا نہیں ملا موقع
ہے لاشعور میں اُس کے مگر سرور کا خوف

یہ اپنے اپنے مراتب کی بات ہے آصف
کسی کو ہیر کی چاہت کسی کو حور کا خوف



غزل

زمیں میں کیا سے کیا رکھا ہوا ہے
خزینہ بے بہا رکھا ہوا ہے

کتابوں سے محبت اس لیے ہے
کتابوں میں خدا رکھا ہوا ہے

ہوا کھائے گی منہ کی اس جگہ بھی
یہاں دل کا دیا رکھا ہوا ہے



بہ ظاہر قربتیں ہی قربتیں ہیں
دلوں میں فاصلہ رکھا ہوا ہے

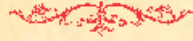
ضرورت دوستوں کی پڑ رہی ہے
عدو سے واسطہ رکھا ہوا ہے

ہیں اس حُمام میں سارے برہنہ
یہاں اچھا بُرا رکھا ہوا ہے

یہاں بھی اصلیت دیکھو گے اپنی
یہاں بھی آئینہ رکھا ہوا ہے

اے دھرتی ماں تمہارے چار سُو اب
مرا دستِ دعا رکھا ہوا ہے

تجھے ماں کی دعا نے یار آصفِ
زمانے میں ہرا رکھا ہوا ہے



غزل

فاصلوں کو مکاں سمجھ بیٹھے
خاک کو کہکشاں سمجھ بیٹھے

پہلے جس کو زمیں سمجھتے تھے
اب اُسے آسماں سمجھ بیٹھے

تیرے جھوٹے خطوں کے دھوکے میں
تجھ کو ہم رازداں سمجھ بیٹھے



ہم سے بس اک یہی ہوئی ہے خطا
ہم تجھے مہرباں سمجھ بیٹھے

دیکھ پائے نہ راستوں کے راز
دُھول کو کارواں سمجھ بیٹھے

چال صیاد نے چلی ایسی
چور کو باغباں سمجھ بیٹھے

پہلے ساحل سمجھ لیا اُس کو
بعد ازاں بادباں سمجھ بیٹھے

وہ اشارا ”نہیں“ کا تھا آصفؔ
اور ہم اُس کو ”ہاں“ سمجھ بیٹھے



غزل

اور پھر یوں زندگی کرنا پڑی
آسماں سے دل لگی کرنا پڑی

اک گلِ نازک کے بدلے، دیکھ بھال
مجھ کو سارے باغ کی کرنا پڑی

وقت مجھ کو کھینچ لایا واں ، جہاں
اپنے گھر کی مخبری کرنا پڑی

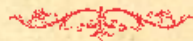
میں تو اُس دن مر گیا تھا جب مجھے
چاپلوسی آپ کی کرنا پڑی

بادلِ ناخواستہ ملنا پڑا
اور اُس سے بات بھی کرنا پڑی

چاند آبیٹھا منڈیروں پر، تبھی
مجھ کو پھر سے شاعری کرنا پڑی

عمر کے اس موڑ پر آکر مجھے
ہر کسی سے عاجزی کرنا پڑی

یہ تھی مجبوری کی آصفِ انتہا
دشمنوں سے دوستی کرنا پڑی



غزل

کبھی پہاڑ سے اونچی فصیل ہوتی تھی
اسی فصیل میں ہر شے کی ڈیل ہوتی تھی

اگرچہ اب کی سی آسودگی نہ تھی لیکن
حیات شہد سے لبریز جھیل ہوتی تھی

مجھے تھا اُس سے خدا واسطے کا پیر کہ تب
طبیعت اُس کی بہت ہی بخیل ہوتی تھی

دلوں کی نیتیں ہوتی تھیں صاف اور شفاف
ہر ایک آرزو کتنی اچیل ہوتی تھی

ہم اپنی آنکھیں کواڑوں میں ٹانک دیتے تھے
ہمارے ملنے کی بس یہ سبیل ہوتی تھی

کہیں بھی جھوٹی شہادت کا کاروبار نہ تھا
حیات آپ ہی اپنی دلیل ہوتی تھی

یہ کس نے بیخ کنی کی ہے آج قدروں کی
کبھی حیات بہت ہی جمیل ہوتی تھی

ہر ایک بات یقینی تھی ان دنوں آصف
ہر ایک بات مکمل دلیل ہوتی تھی



غزل

موت جس وقت منہ کی کھاتی ہے
زندگی گھل کے مسکراتی ہے

ایک دُنیا سمجھ سے بالاتر
ایک دُنیا سمجھ میں آتی ہے

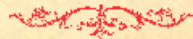
یاد تیری ہے سیرگاہ کوئی
منطقہ منطقہ گھماتی ہے

موند لیتا ہوں جس گھڑی آنکھیں
سوچ پیکر ترے بناتی ہے

خواب کی اپنی روشنی ہے مگر
نیند اپنے دیے جلاتی ہے

جیسے مچھلی بغیر پانی کے
آرزو ایسے تلملاتی ہے

پی لو جتنے بھی وصل کے مشروب
تشنگی اور بڑھتی جاتی ہے



غزل

سراسر تُم پہ مرتا ہوں
مکمل خود کو کرتا ہوں

یہی دو کام ہیں اب تو
بکھرتا ہوں، سنورتا ہوں

سیاستدان کی طرح
دلیری سے مکتا ہوں

سدا سچ ہی دکھاتا ہے
میں آئینے سے ڈرتا ہوں

قدم کمرے میں دھرتے ہی
لحہ میں جا اُترتا ہوں

کبھی بن سوچے سمجھے ہی
میں سب کچھ کر گزرتا ہوں

تب اُٹتا تھا میں بے مقصد
اب اپنے پر کترتا ہوں



غزل

وہم، گمان، گیان مرا

تھا پہلا دیوان مرا

گود پڑوں گا شعلوں میں

حکم تو دے سلطان مرا

چتنے پیچ پڑے اُتنا

کام ہوا آسان مرا

کعبے سے بھی ہو آیا
ساتھ رہا شیطان مرا

حسنِ سلوک ہمسایوں سے
یہ مسلک ایمان مرا

جاگیروں والے سُن لیں
کھول کے کان اعلان مرا

بیوی ، بچے اور ماں باپ
اتنا ہے سامان مرا

حشر تک آباد رہے
آصفؑ پاکستان مرا



غزل

تیرا سودا سما گیا سر میں
خود کو اب کھوجتے ہیں پتھر میں

ایک مطلب تو میرے اندر تھا
ایک مطلب ہے تیرے پیکر میں

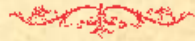
دُوریاں ہو گئی ہیں کیوں اتنی
چار دیواری اور چادر میں

زورِ گرداب توڑنے کے لیے
لہریں دہتی گئیں سمندر میں

ہم میں تم میں وہی ہے فرق میاں
جو پُراٹھے میں اور برگر میں

کیوں تضادِ طبع نہ ہو آخر
میرا شیشہ ہے تیرے پتھر میں

گھومتا پھر رہا ہے آصفِ یاں
ہر کوئی اپنے اپنے چکر میں



غزل

سیاسی لوگ، بیانات جن کے مہمل سے
بس ان کا کام ہے کرنا جلوس اور جلسے

یہ پل رہے ہیں غریبوں کا خون پی پی کر
کبھی تو نکلے گی یہ قوم ان کے چنگل سے

دروغ، لوٹ، فریب اور مکرومکاری
یہ زہر بہتا رہا نفرتوں کی چھاگل سے

اے میرے قیس، محلات سے نکل اور پوچھ
ترقی یافتہ شہروں کا حال جنگل سے

اُنہی نے ایک زمانے کی رہنمائی کی
وہ لوگ لگتے تھے جو دیکھنے میں پاگل سے

ہزار خوفِ زمانہ سے کرتا تھا آزاد
وہ بڑھ کے میرا لپٹ جانا ماں کے آنچل سے

اک انتشار کا عالم ہے چار سو آصف
ہے سوچ سہمی ہوئی اور خیال ہیں شل سے



غزل

میری تشویش کو بڑھاتا ہے
جب کوئی تیری سمت جاتا ہے

دل پرندوں کی نقل میں تیرے
ہجر کے گیت گنگناتا ہے

بعض اوقات اے مرے ہمد
تیرے پیکر سے خوف آتا ہے

تیری تعزیر یاد آتی ہے
سیدھا پاؤں جو ڈگمگاتا ہے

سامنے ہو تو قہر بر درویش
خواب میں خوب مسکراتا ہے

رہتا ہے وہ کھچا کھچا مجھ سے
یوں مجھے روز آزماتا ہے

چھوڑ جاتا ہے اپنی مرضی سے
اپنی مرضی سے دل لبھاتا ہے

کوئی آصف ہے میرا اپنا، جو
میری غزلوں کو گنگناتا ہے



غزل

عقب سے ہم پہ پھر حملہ ہوا ہے
ہمارے ساتھ پھر دھوکہ ہوا ہے

پہاڑی راستوں کے ہم ہیں عادی
یہ عالم ہم نے سب چھانا ہوا ہے

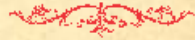
گھٹنِ عفریت کی صورت در آئی
دُھواں سا ہر طرف پھیلا ہوا ہے

مرے دشمن تھے معلوم تو ہے
کہ تو ہر موڑ پر رُسا ہوا ہے

کسی بھی موڑ پر وہ چھوڑ دے گا
یہ شک پہلے سے ہی پرکھا ہوا ہے

اگرچہ دُور بیٹھا ہوں وطن سے
مگر دل تو وہیں اٹکا ہوا ہے

بہت جزیب ہوئے جاتے ہو آصفؔ
کسی سے پھر کوئی جھگڑا ہوا ہے؟



غزل

نور سا چھا گیا اندھیروں پر
لرزہ طاری ہوا وڈیروں پر

ساری بدانتظامی اپنی تھی
دوش آتا رہا سویروں پر

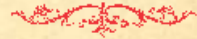
ہونے دیتے نہیں یہ علم کو عام
یہ بھی الزام ہے وڈیروں پر

نطق پر اپنے ناز ہے مجھ کو
فخر ہے مجھ کو اپنے شعروں پر

اے خدا پوری کر یہ استدعا
فتح لکھ دے مرے پھریوں پر

قابلِ فخر ہیں یہ پاک افواج
قوم کو ناز ہے دلیروں پر

تُو نے رستہ بدل لیا آصفؑ
مردنی چھا گئی منڈیوں پر



غزل

سکون پچھلے زمانوں میں عام ہوتا تھا
خدا کا ذکرِ علا ، صبح و شام ہوتا تھا

تمام بچوں، بڑوں میں یہ قدر راسخ تھی
کلام بعد میں ، پہلے سلام ہوتا تھا

ہر ایک بات میں ہوتا تھا وزن اور دلیل
ہر ایک بات کو حاصل دوام ہوتا تھا

ہر ایک شخص کی اپنی شناخت تھی پہلے
ہر ایک شخص کا اپنا مقام ہوتا تھا

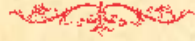
سب ایک گالی سمجھتے تھے تب سفارش کو
تب اپنے میرٹ پہ ہر ایک کام ہوتا تھا

سلام کرتے نہ تھے منصبوں کو پچھلے لوگ
دلوں میں سب کے لیے احترام ہوتا تھا

بدل چکی ہیں سب اقدار اب ، مگر پہلے
وہ منہ کی کھاتا تھا جو بے لگام ہوتا تھا

اور اب ادھورا ہے، ہر کوئی نامکمل ہے
تب ایک ایک بشر نامتام ہوتا تھا

کرے گا کون یقین آج، پچھلے وقتوں میں
خلوص و خلق سے پتھر بھی رام ہوتا تھا



غزل

غم کو اوڑھا نشاط کی خاطر
ہوئے منہا ثبات کی خاطر

نام دے کر اسے تسلسل کا
بات کاٹی ہے، بات کی خاطر

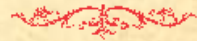
رات کاٹی ہے دن کے یرتے پر
دن گزارا ہے رات کی خاطر

پھانک لیتے ہیں زہر کیا کیا یہ
لوگ قدونبات کی خاطر

ہم نے کس کس سے رُخ لیا ہے موڑ
تیرے اک التفات کی خاطر

روند دیتے ہیں دوسروں کو لوگ
اپنی اپنی ذوات کی خاطر

سوچ تقسیم ہو گئی ، آصف
صحن اُجڑے قنات کی خاطر



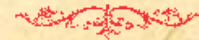
غزل

زخمِ گنے میں عمر بیت گئی
آج بھی تیری یاد جیت گئی

خواب آتے تھے کیسے کیسے روز
رہط کی یہ بھی آج ریت گئی

تیری آواز، زور آور تھی
چھین کر میرے سارے گیت، گئی

وقت کے ساتھ ساتھ اے آصفِ
پیار مدہم پڑا، پریت گئی



غزل

کشورِ عشق کی رعایا ہوں
میں خدا کی طرف سے آیا ہوں

یہ جہاں ہے تو کافی، ناکافی
اس میں مشکل سے ہی سمایا ہوں

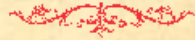
بے ارادہ اُسے کیا ہے یاد
بے سبب آج مُسکرایا ہوں

”کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے“
شکر ہے اُس کو کچھ تو بھایا ہوں

صلح جوئی شعار ہے میرا
امن کا میں پیام لایا ہوں

نعمتِ زیست کو ہمیشہ میں
موت کے منہ سے کھینچ لایا ہوں

مجھ کو اب کیا بنائے گی دُنیا
میں تو آصف بنا بنایا ہوں



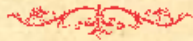
غزل

بڑے وثوق سے وہ پھر مکر نے والا تھا
دروغ سب مرے کاندھے پہ دھرنے والا تھا

ذرا سا شائبہ مجھ کو بچا گیا ، ورنہ
میں اب کی بار بھی بے موت مرنے والا تھا

مطالبات کو میرے نہ مانتا وہ اگر
خدا سے جا کے شکایت میں کرنے والا تھا

سوار بھوت تھے جتنے انہیں بکھرنا تھا
نشہ غرور کا اک دن اُترنے والا تھا



غزل

خدمتِ انسانیت مقصود ہے
صرف جی لینا مگر بے سود ہے

یادِ ماضی ہے کہ تیری باز گشت
شکل تیری دُھند تک محدود ہے

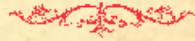
جس کو دھرتی کی نہیں ہے فکر کچھ
وہ مرے نزدیک اک مردود ہے

خواہشوں کا سلسلہ اتنا طویل
زندگی لیکن بڑی محدود ہے

ظلمتِ شب کس طرح کم ہو کہ جب
ہر کوئی شداد ہے، نمرود ہے

ہر طرف فرعونیت ہے حکمِ راں
انکسار و عاجزی مفقود ہے

تا گجا گھومو گے آصف تم یہاں
کائنات اک رازِ ہست و بود ہے



غزل

خواب کو خاک میں نہ رول اے دل
زیست کو زیست میں ٹٹول اے دل

دھڑکنوں سے کلام کر شب بھر
اپنی مرضی کے بول، بول اے دل

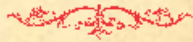
گھل گئے گر حسابِ دل، تو، بس
پچھلے کھاتے ابھی نہ کھول اے دل

جو کروڑوں سے بڑھ کے تھے وہ غریب
پک گئے کوڑیوں کے مول اے دل

پکنے دے دل کے ان پھپھولوں کو
کھول اس ڈھول کا نہ پول اے دل

میرے حصے کی ڈال مجھ پہ نظر
دونوں آنکھوں میں رکھ کے تول اے دل

اپنے پنچوں کو رکھ تو قابو میں
اتنی سی بات پر نہ ڈول اے دل



غزل

نفتوں کا تھا دُھواں پھیلا ہوا
رُک گئے تم دُور ، یہ اچھا ہوا

ایک تو تھے پا برہنہ ، اُس پہ پھر
سُر پہ تھا اک آسماں رکھا ہوا

آرزو ہے سامنے آئے کبھی
میری غزلیں شوق سے گاتا ہوا

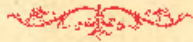
لوگ میرے معترف ہونے لگے
میری بدنامی کا وہ چرچا ہوا

ہاتھ میں تیغ برہنہ ہے ، مگر
لگ رہا ہے ہر کوئی سہا ہوا

میری دھرتی کو مرے اجداد نے
خوں پسینہ دے کے ہے سینچا ہوا

اُس کی بابت پوچھنا اب کیا مزید
آئینہ ہے سب کا یہ دیکھا ہوا

کوئی وجہ تو ہے آصف تم نے جو
شاعری کا روگ ہے پالا ہوا



غزل

پیار جسے ہو خلقِ خدا سے ، اُس انسان میں رہتا ہوں
جس میں بھرے ہوں درد کے ہیرے اُس دُکان میں رہتا ہوں

خوف کے لشکر آج فصیلِ زیست پہ یوں چڑھ دوڑے ہیں
جیتے جی لگتا ہے جیسے قبرستان میں رہتا ہوں

سانسیں جل کر خاکستر ہو جاتی ہوں محسوس، جہاں
یوں لگتا ہے جیسے وقت کے اُس شمشان میں رہتا ہوں



گُل اور بلبُلِ ماضی کا موضوعِ سخن ہے، اسی لیے
میں حالاتِ حاضرہ کے تازہ دیوان میں رہتا ہوں

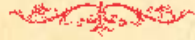
پروازِ احساس ہے اب دونوں جانب سے اک جیسی
تُو میری پہچان میں ، میں تیری پہچان میں رہتا ہوں

غیروں کی نقالی کرنا میرے طور اطوار نہیں
اپنی ہی تہذیب و ثقافت کی پہچان میں رہتا ہوں

قتل و غارت ، دہشت گردی، بدامنی اور لُٹ کھسوٹ
قوم کی حالت دیکھ کے اب تو اک ہیجان میں رہتا ہوں

بچپن سے ماں باپ نے میری پرورش ہی کچھ ایسے کی
خوشبو میرے جسم کا حصہ، میں لوبان میں رہتا ہوں

جسم و جان ادھر ہیں لیکن روح ہے دھرتی ماں کے پاس
پاکستان سے دُور ہوں لیکن پاکستان میں رہتا ہوں



”اے معصوم شہید مرے“

(ساخچہ پشاور 16 دسمبر 2014ء)

سرٹسٹھ سال کہانی کے۔ پُرکھوں کی قربانی کے

خوابوں کی تعبیروں کے
قائد کی تعمیروں کے
خواب سنہرے فردا کے
آنکھوں میں پھر جاگ اُٹھے

اے معصوم شہید مرے
پاکستان کی مٹی میں
خون تمہارا شامل ہے

بچوں کی قربانی سے
خواب سنہرے فردا کے
آنکھوں میں پھر جاگ اُٹھے

شکل تمہاری پیاری سی
ہم کو رلاتی رہتی ہے
دھرتی ماں کی گودی میں
پھول کھلاتی رہتی ہے

بھول کے آپس کی رنجش
ملت ساری ایک ہوئی
آپ کی اس قربانی سے
سوچ ہماری ایک ہوئی

اے معصوم شہید مرے
خواب سنہرے فردا کے
آنکھوں میں پھر جاگ اُٹھے



ایک نظم

روٹی پیچھے بندہ بھاگے
روٹی آگے آگے
روٹی روٹی روٹی روٹی
عمر اسی میں کٹ جاتی ہے
روٹی کھا کے خوش مت ہونا
”روٹی بندہ کھا جاتی ہے“

غزل

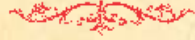
میری تمنا یہ ہے آصف تیکھا سا اک گیت لکھوں
خوف کے پتے ہار دوں سارے، درد کو اپنی جیت لکھوں

اُس کی باتیں دھیمی دھیمی موسیقی کا سرگم ہیں
ان باتوں کی لے پر پھر سے ایک نیا سنگیت لکھوں

پیار محبت انسانوں سے یہ میری مجبوری ہے
ہر سچے انسان کو پوجوں ، اس کو اپنا میت لکھوں

رادھا ، میرا ، لیلیٰ مجنوں پھر رانجھا اور ہیر لکھوں
میں بھی سچا عاشق بن کر ، عشق کی سچی پریت لکھوں

میری سب سوچوں کا محور آصف میری میا ہے
ماں میں رب کاروپ میں دیکھوں ، ماں کو من کا میت لکھوں



”دھاگوں کا ملن ناممکن ہے“

(جاگتی کیفیت، خوابیدہ احساس)

لال قلندر پیر کے در پر ساری رات میں جاگا
اُس نے بھی باندھا اک دھاگا، میں نے بھی باندھا اک دھاگا

پھر پون چلی پھر ڈور ملی سبجوگ ہوا پھر پیار ہوا
پھر ہجر و وصال کے دور چلے ، اقرار ہوا ، انکار ہوا

پھر دنیا بچ میں آ بیٹھی
اپنی دکان سجا بیٹھی
دل ہار گیا - دھن جیت گیا
مرا گیت گیا - سنگیت گیا

اب جس کے موسم آئے ہیں
دُکھ درد کے بادل چھائے ہیں
اب ہم سے ہوائیں روٹھی ہیں
خواہش کی شاخیں سُکھی ہیں
اب ہر منظر مُرجھایا ہے
اب دل کو یقین سا آیا ہے
دھاگوں کا ملن نا ممکن ہے

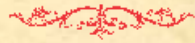
میں اب بھی عرس پہ جاتا ہوں۔ اک دھاگا باندھ کے آتا ہوں
جھولی اپنی پھیلاتا ہوں

وہ بھی تو عرس پہ آتی ہے۔ اک دھاگا باندھ کے جاتی ہے
امید ہزار لگاتی ہے

پر پیڑ ہوا سے روٹھے ہیں
یہ موسم کس نے لوٹے ہیں
اب اُس نے بھی یہ جان لیا
میں نے بھی ہے پہچان لیا

دھاگوں کا ملن ناممکن ہے
ہر چیز یہاں پر ساکن ہے
دھاگوں کا ملن ناممکن ہے

(گیت)



خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن (سہرا)

کوٹ مٹھن دا پیر اے
بھاگیں والا پیر اے
بختیں والا پیر اے

سہرا پیر فرید دا گاواں
چھم چھم ہتھ کنگن چھنکاواں
سہرا پیر فرید دا گاواں

پیلوں پکیاں موج بہاراں
کوٹ مٹھن دیاں اُچیاں شاناں
سہرا پیر فرید دا گاواں

کوٹ مٹھن دا پیر اے
بھاگیں والا پیر اے
بختیں والا پیر اے

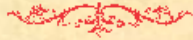
کوٹ مٹھن دی اُچڑی شاہی رب نے ساڈی جھوک وسائی
میڈا ہجر فراق مٹایا ساکوں پیر فرید سڈایا
نچدی آواں جھمراں پاواں چھم چھم ہتھ کنگن چھنکاواں
سہرا پیر فرید دا گاواں

کوٹ مٹھن دا پیر اے
بھاگیں والا پیر اے
بختیں والا پیر اے

ہن جنڈی کیوں راہوے ماندی بن ونج پیر فرید دی باندی
گھر اس یار دا نیڑے آیا ایں درتے ہے بھاگ سوایا
ساکوں پیر فرید سڈایا ویلا بھاگ سہاگ دا آیا
ساکوں پیر فرید سڈایا

چھم چھم ہتھ کنگن چھڑکاواں نچدی آواں جھمراں پاواں
سہرا پیر فرید دا گاواں

کوٹ مٹھن دا پیر اے
بھاگیں والا پیر اے
بختیں والا پیر اے



لال شہباز قلندر

(دھال)

لال قلندر رنگ دے مجھ کو
اپنے رنگ میں رنگ دے
اپنے جیسا کر دے

جیون کے سب رنگ ہیں پھیکے
تیرا رنگ ہے چوکھا
اپنے رنگ میں رنگ دے مجھ کو

اپنے رنگ میں رنگ دے
اپنے جیسا کر دے

علی ولی کا رنگ ہے تیرا
سر پہ تیرے بیخ تن سہرا
رنگ حسین سب سے گہرا

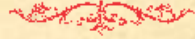
خالی جھولی بھر دے
لال قلندر رنگ دے مجھ کو
اپنے رنگ میں رنگ دے
اپنے جیسا کر دے

ہند اور سندھ کا ناز بھی تو ہے
سہون کا شہباز بھی تو ہے
حسن کا ہر انداز بھی تو ہے
مست قلندر کر دے

لال قلندر رنگ دے مجھ کو
اپنے رنگ میں رنگ دے
اپنے جیسا کر دے

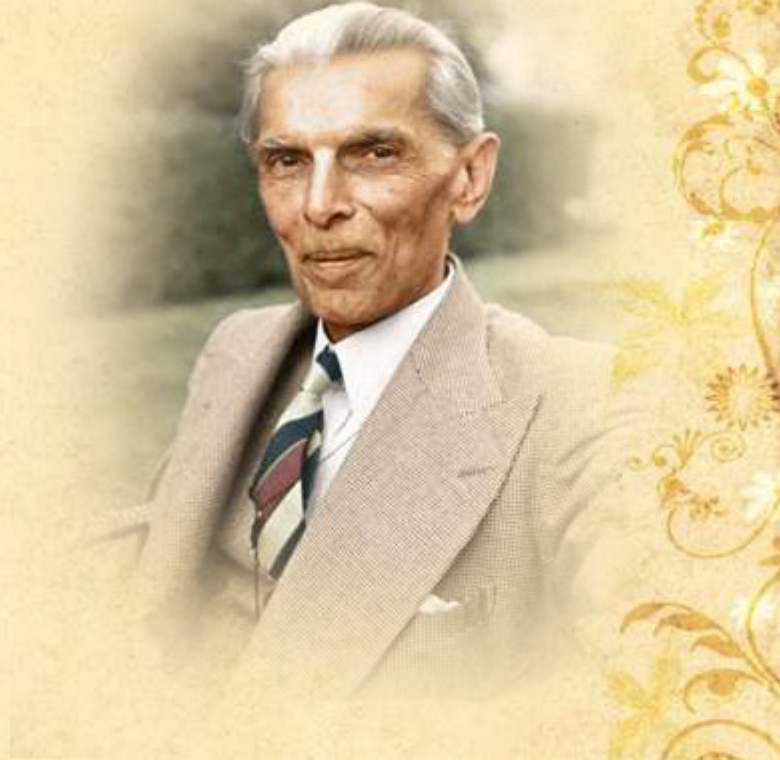
اونچا تیرا روضہ پیرا
پیار نے تیرے سب کو گھیرا
آصف کا ہے جوگی پھیرا

رکھ لے دل کے پردے
لال قلندر رنگ دے مجھ کو
اپنے رنگ میں رنگ دے
اپنے جیسا کر دے



قائد اعظم محمد علی جناح کے نام

دانش و فہم ، حکمت اور ذکا
قوم کو مل گیا تجھ سا راہنما
ٹولیوں میں بٹی ہوئی ملت
تیرے پرچم تلے ہوئی یک جا
تجھ سا محبوب راہبر ، قائد
صدیوں تک بھی نہ ہوگا پھر پیدا
غفلتوں کی جو نیند سوئی تھی
تُو نے اُس قوم کو جگایا تھا



تُجھ پہ اللہ نے کیا یہ کرم
رکھا سب سے بلند تیرا علم
تیرے ہاتھوں میں رب نے طاقت دی
دشمنوں کا رہا سدا سر خم
جراتوں پر تری تھے سب حیراں
کامیابی نے چوے تیرے قدم
تیری مٹھی میں وقت رہتا تھا
تیرے ہاتھوں میں قوم کا پرچم

.....
ٹھیک جا کر لگا ہدف پر تُو
چھا گیا دشمنوں کی صف پر تُو
آہنی عزم سے بڑھا تُو ، اور
اپنے قائم رہا ہدف پر تُو

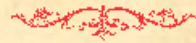
گیت آزادیوں کے سب کے ساتھ
گنگنانے لگا تھا دف پر تُو
تیرے اعداء شکست خوردہ اور
عزت و جاہ کے شرف پر تُو

.....

قوم کا تُو ہے ناخدا، قائد
اب بھی تیرا ہے آسرا قائد
تیری باتیں ہیں راہبر اپنی
تیرا ہر قول رہنما قائد
تیرے اقوال اور ترا کردار
یاد رکھیں گے ہم سدا قائد
ایک احساں ترا یہ کیا کم ہے؟
تُو نے ہم کو وطن دیا قائد

.....

تیرے دم سے ہے احترام مرا
تیری مے سے بھرا ہے جام مرا
جس میں ہوتی ہیں تیری یادیں، لوگ
یاد رکھتے ہیں وہ کلام مرا
میرا عز و وقار تجھ سے ہے
تیری وجہ سے اونچا نام مرا
میرے ہر ہم وطن کا محسن تُو
تجھ پہ قائد ہو صد سلام مرا



اپنا کا ترانہ

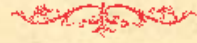
اپنا پاکستان اپنا
تنظیم و یقین، ایمان اپنا
میری بھی دعا اپنا ، اپنا
تیری بھی دعا اپنا ، اپنا

اپنا اپنا

اپنا اپنا

ہم دھارے پنج دریاؤں کے
ہم باسی سندھ کی چھاؤں کے
سرحد کی نئی اڑان ہیں ہم
بلوچی سب یک جان ہیں ہم

کوئی غیر نہیں سب اپنا ہے
آنکھوں میں یہی اک سنا ہے
جو اپنا ہے وہ سب کا ہے
جو سب کا ہے وہ اپنا ہے
یہ اپنا پاکستان اپنا
اپنا اپنا
اپنا اپنا



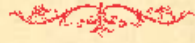
گیت

تم اب بھی ایک پہیلی ہو
تمہیں جان چکا تمہیں بوجھ چکا
تم اب بھی نئی نویلی ہو
تم پھر بھی ایک پہیلی ہو

تم رونق میرے دامن کی
تم خوشبو میرے آنگن کی
تم روہی اور چنبیلی ہو
تم پھر بھی ایک پہیلی ہو

تم ہر محفل کی جان سہی
تم ہر دل کا ارمان سہی
تم اپنی آپ سہیلی ہو
تم پھر بھی ایک پہیلی ہو

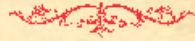
تمہیں آنکھیں باندھ کے کھوجوں گا
تمہیں پوروں سے میں بوجھوں گا
کبھی آنکھ مچولی کھیلی ہو
تم پھر بھی ایک پہیلی ہو
مرے دل کا دامن سونا ہے
تمہیں اک دن میرا ہونا ہے
تم تنہا اور اکیلی ہو
تم پھر بھی ایک پہیلی ہو



گیت

کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں
جو آنکھوں میں کھو جاتے ہیں
پھر ساری رات جگاتے ہیں
کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں
اک لمحہ تیرے آنچل کا
اک لمحہ تیری پائل کا
تری ناؤ کا مرے ساحل کا
کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں

اک لمحہ روٹھ کے جانے کا
اک لمحہ مرے پچھتانے کا
پھر تیرے من کے آنے کا
کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں
اک لمحہ تیری آہٹ کا
ترے روپ سروپ سجاوٹ کا
شرمانے کا ، گھبراہٹ کا
کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں



میرے بھائی طارق انور قدیر (گل جی) کی رحلت پر



باغوں میں باغ ہے ریاض کا باغ
پھول سارے ہیں اس کے مثلِ چراغ

پھول اس باغ کا تھا طارق گل
گفتگو اُس کی نعمتِ بلبُل

دلِ مادر میں وہ مکین رہا
سب دعاؤں کا وہ امین رہا

نرم تو صاحبِ نگاہ تھا وہ
دلِ آصف کی خواب گاہ تھا وہ

سب کا پیارا تھا پیارا ہو ہی گیا
اب وہ پیارا خدا کا ہو ہی گیا

خُلد میں پہنچا بن کے ماں کا سفیر
خوش ہیں جنت میں اب ریاضِ قدیر

آج ہم سے بچھڑ گیا ہے وہ
کہکشاں سے ادھر گیا ہے وہ

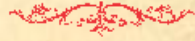
قبر میں اُس کو جب اتارا تھا
میں بھی تب اُس کے ساتھ اُترا تھا

دیر تک قبر میں ، میں بیٹھا رہا
بھیگی آنکھوں سے اُس کو تکتا رہا

الوداع اس طرح کہا اُس کو
پیار ماتھے پہ اک دیا اُس کو

گل کا صدمہ ہمیشہ تازہ ہے
ماں کے چہرے کا اب بھی غازہ ہے

صبر آصف کا اب مصّٰی ہے
صبر والوں کے ساتھ اللہ ہے



صبح کی سیر

سیر جو صبح کی تمہیں مرغوب ہے
صحنِ گلشن کی ہوا بھی خوب ہے

تم مرا کشمیر ہو ڈل جھیل ہو
میں ہوں نکتہ تم مری تفصیل ہو
سچ تو یہ ہے تم مری تکمیل ہو

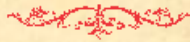
سیر جو صبح کی تمہیں مرغوب ہے
اور تمہارا ساتھ بھی تو خوب ہے

میرے دل کے واسطے تسکین ہو
آفریں ہو تم مری سبب ہو
میں دعا ہوں تم مری آئین ہو

سیر جو صبح کی تمہیں مرغوب ہے
اور تمہارا ساتھ بھی تو خوب ہے

تم سے میری شاعری کی آن ہے
سارے کُنّے میں تمہاری شان ہے
تم سے ہی آصف کی اب پہچان ہے

سیر جو صبح کی تمہیں مرغوب ہے
اور تمہارا ساتھ بھی تو خوب ہے





میں جب ڈاکٹر آصف ریاض قدیر کے علمی و تحقیقی کاموں کے ساتھ ساتھ بطور ڈاکٹر اُن کی طبی اور سماجی خدمات کو دیکھتی ہوں تو دل کو اک گونہ تسلی اور خوشی ہوتی ہے، بالخصوص اُن کے خاندان کے حوالے سے سماجی سرگرمیوں کا حوالہ میرے اپنے خاندانی حوالوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر آصف ریاض قدیر نے امریکہ جیسے ٹیکنالوجی اور مشینی دور کے ملک میں رہ کر بھی اپنے پاکستان اور اس کے دل لہا ہور کی یادوں کو اپنے شعروں میں مہکا رکھا ہے۔ اُن کا شعری مجموعہ ”ریاضِ سخن“ اپنے نام اور کلام کے اعتبار سے قابلِ تحسین ہے کیونکہ وہ تھکے ہوئے بوجھل دماغ کو تازگی عطا کر کے کیتھارسس کا کام کرتا ہے اور اُن کی غزلوں کی غنائیت اور اشعار کی معنویت دلوں پر اثر کرتی دکھائی دیتی ہے۔ کتاب کی طباعت و اشاعت میں تزئین و نفاست کا انداز قابلِ داد ہے۔ گویا یہ کتاب صوری اور معنوی خوبیوں کا ایک ایسا مرتع ہے جسے ہر باذوق گھر کی زینت ہونا چاہیے۔

(قیصرہ علوی)
اسلام آباد

ریاضِ سخن
(Garden of Verse)

ریاضِ سخن

(The Garden of Verse)

○

ہر تعلق اگرچہ ذاتی ہے
پر مری سوچ کائناتی ہے

مثل پرکار گھومتا ہوں میں
میرا مرکز تو یک نکاتی ہے

موت کے بعد بھی جو یاد رہے
مجھ کو منظور وہ حیاتی ہے

زندگی کی بقا بھی ہے یہ ہوا
اور ہوا ہی دیے بھجائی ہے



ڈاکٹر آصف ریاض قدیر